REGD-NO-A-187

رجسٹرڈ "اے" ۱۸۷

The DAYAL MONTHLY

جلد-۲۳-بابتہ ماہ اگست ۱۹۶۳ء شمارہ-

سنت امرت بانی

حصّہ سوم

Sant Amart Bani

دیال

مہرشی شیو برت لال ورمن ایم' اے

قیمت

ایک روپیہ

پرکاشک شیو ساہتیہ پرکاشن منڈل

رادھا سوامی جنرل ست سنگ

پوسٹ ہنمکنڈہ ورنگل اے' پی

پرارتھنا

عرض حال

پہلا بچن — ست سنگ کے بچن

دوسرا بچن — بھجن کرنے کی بدھی

تیسرا بچن — روحانی عبادت کا طریقہ

چوتھا بچن — اڈویت واد

پانچواں بچن — مذہبِ عشق میں زکوٰۃ کا مسئلہ

چھٹواں بچن — مذہب عشق میں زکوٰۃ کا مسئلہ مسلسل

ساتواں بچن — کارآمد نصیحتیں

آٹھواں بچن — پنتھانیوں کے کام کی باتیں۔

نواں بچن — تعجب کا نغمہ

نندو بھائی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے رفیق مشین پریس میں چھپوا کر دفتر دیال
ہنمکنڈہ (ورنگل) اے۔پی سے شایع کیا

پرارتھنا

کس منھ سے تیری مہما گاؤں۔ تو ست پُرش اوناسی ہے
چیتن گھن و مل امل نرمل ست سارن پرم سکھ راسی ہے

کوئی اگن کہے کوئی سگن کہے۔ کوئی نراکار ساکار کہئے
تو سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ دُھر پد۔ دُھر دھام نواسی ہے

نہیں من نے تھاہ کبھی پائی۔ نہیں بدھی میں آئی چتورائی
چت چنتن کیسے کرے تیرا۔ تو دُوبت اَدّوبت پرکاسی ہے

من بنا وہنگم[۱] میں[۲] مکڑ[۳]۔ مرکٹ بن کر کودا اندر
چینٹی کی چال چلا گھٹ میں۔ کہہ اٹھا تو اگم اُداسی ہے

رادھا سوامی رُوپ میں پرگٹ ہوا۔ درشن دیکر کرتارتھ کیا
نج دیا سے اپنا بھید دیا۔ گھٹ اگھٹ کا نتیہ نواسی ہے

۱؎ پرندہ ۲؎ مچھلی ۳؎ مکڑی ۴؎ بندر

عرضِ حال

○ ست سنگیوں نے درخواست کی کہ ہم ست سنگ میں باقاعدہ حاضری نہیں دے سکتے۔ ایسا انتظام کیا جائے۔ کہ گھر بیٹھے ہوئے ہم کو ست سنگ کے بچن برابر ملتے رہیں۔ سوچا گیا۔ سمجھا گیا۔ اور کافی غور کیا گیا تب جاکر رسالہ دیال جاری ہوا۔ وہ کوئی بائیس، تیس سال سے آپ لوگوں کی خدمت میں برابر روانہ ہو رہا ہے اور ست سنگ کا فیض بخش رہا ہے۔ وہ برا بھلا جیسا ہے۔ آپ صاحبان کے سامنے موجود ہے۔ اس کا فیصلہ کرنا کہ وہ کیسا ہے آپ لوگوں سے متعلق ہے۔

میں نے درخواست سنی اور درخواست پر کام کیا۔ خریدار بننے سے اشاعت کا دائرہ بڑھا۔ مصارفِ کثیر کا بار سر پہ آن پڑا۔ کم سے کم ہر مہینے میں ڈھائی تین سو ماہوار کا خرچ آتا ہے۔ ابھی تک رسالہ اپنے پاؤں

پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں بنا۔ کم از کم اتنا تو ہونا چاہئے تھا کہ ماہانہ خرچ نکلا کر اور زیر بار نہ ہونا پڑا۔ موج!

دیال کا سالانہ چندہ بارہ نمبروں کا صرف (۵ - ۶) روپیہ ہے۔ چھ روپیہ کے (۶۰۰) چھ سو پیسے ہوتے ہیں۔ اور سال کے دن کا شمار (۳۶۵) ہے۔ اس حساب سے دو پیسہ روزانہ سے بھی کم ہے۔ کیا ست سنگ کے بچنوں کی اس قدر بھی حیثیت اور قدر و منزلت نہیں ہے۔ کہ روزانہ معمولی اور اوسط درجہ کا ست سنگی دو پیسہ اور اس نیک کام کے لئے نکال سکے۔ اکثر لوگ مالی مشکلات کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ جو کسی قدر صحیح بھی ہے۔ لیکن ایسا تو نہیں کہ دو پیسے روز بھی وہ اپنے جیب سے نکال نہ سکیں۔ اگر اتنا بھی اُن سے نہیں ہو سکتا ہے تو وہ گھر بیٹھے ست سنگ پانے کی کیسے اُمید کر سکتے ہیں۔

کام تو میں کرتا رہتا ہوں اور برابر کرتا رہونگا۔ نفع نقصان کی طرف اتنا مجھے خیال نہیں ہے مگر پیارے پڑھنے والو! آخر تمہارا بھی کچھ فرض ہے یا نہیں سوچ دیکھو!

یہہ واقعی عرض حال سنا کر میں آپ صاحبان سے استدعا کرتا ہوں کہ دیال کی اشاعت کے دائرہ کو مزید بڑھائے۔ اور دوسروں کو بھی اس کا شوق دلائے۔ یہہ ہر مذہب پسند۔ ملت پسند۔ رُوحانیت پسند اور حقیقت پسند کے کام کی چیز ہے یہہ فرض ست سنگیوں کا ہے کہ وہ اپنے ارد گرد کے آدمیوں کو دیال کے پڑھنے کا شوق دلائیں۔ بس اتنا ہی کہنا کافی ہے۔ ست گورو سب کا کلیان کریں۔ حقیر: نند و جھائی

پہلا بچن چتاونی

ست سنگ کے بچن

○ مُرشد اور مُرید کے تعلقات کی غرض یہہ ہے کہ مُرشد جتائے۔ اور مُرید چیتے اس جتانے اور چیتنے کے سلسلہ میں جو کچھ قابلیت۔ لیاقت سمجھ بوجھ۔ روحانیت اور یزدانیت گورو میں ہے وہ سب کی سب مرید کے اندر منتقل ہو آئے گی۔ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑنے لگیگا۔

چیتنے کے معنی ہیں غفلت کو چھوڑنا۔ ہوشیار اور محتاط ہو جانا۔ اور جتانے کا مطلب ہے۔ ہوشیاری اور احتیاط کی طاقت کو کام میں لانے کی ہدایت کرتے رہنا۔ اگر مُرید میں یہہ وصف پیدا ہوگیا کہ وہ گورو کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ اور کسی غفلت کا شکار نہیں ہوا تو سمجھ لو کہ اس کا بیڑا آسانی سے پار ہے۔ اگر مرید نہیں چیتا اور اسے نہیں جتایا گیا تو وہ غفلت کے ہاتھوں بُری طرح مارا جائیگا۔ یہہ جیتنے اور جتاونی پانے کی پہلی غرض ہے۔

گورو گورو ہو۔ روشن مزاج۔ وسیع دل تعصب اور بکش بات سے آزاد۔ اور مرید میں صفائی قلب ہو۔ وہ گورو کو گورو کی نظر سے دیکھے۔ اس کی نظر دوسروں کے عیب اور ہنر پر نہ پڑے۔ کیونکہ اگر وہ دوسروں پر نظر ڈالتا ہے۔ تو ابھی تک اس میں چیننے اور چتاونی پانے کی قابلیت نہیں آئی ہے۔ مرشد اور مرید کے تعلقات کی غرض یہہ ہے۔ کہ اثرات کو قبول کرے اگر وہ دوسروں کی شکایت میں پڑا رہتا ہے۔ تو وہ مرشد کے اثرات کو کیسے لیگا۔ وہ تو دوسروں کے اثرات کو جذب کر رہا ہے۔ اس لئے اس کا جلد سدھار پانا مشکل ہے۔ کیونکہ یہہ گورو کا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اوروں کا ہے اس کی نگاہ عزیت پسند اور معاشرت پسند ہے۔ جس کسی کو دیکھو کہ وہ گورو کے دامن کو چھوڑ کر اوروں سے الجھتا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ وہ اب تک مرید نہیں بنا ہے۔ اس میں نہ ظرفیت آئی ہے۔ نہ اہلیت آئی ہے۔ اور نہ قابلیت ہی آئی ہے۔ اس کے لئے دلی ابھی بہت دور ہے۔

ایک شخص ست سنگ میں گیا۔ دو چار باتیں گورو کی سیکھ لیں اور زبانی جمع خرچ کا حساب لگانے لگا۔ بالعوض اس کے کہ وہ کھودا ہوا پانی پیئے۔ اسے نیا کنواں کھودنے اور پانی پینے پلانے کی فکر رہتی ہے جب دیکھو ست سنگ میں کلام کہتے وقت وہ کہتا رہتا ہے کہ لوگ میری نہیں سنتے مجھے بولنے نہیں دیتے۔ کوئی شخص اس باولے سے تو پوچھے کہ تو ست سنگ میں مریدی کرنے آیا ہے یا مرشد کے فرائض انجام دینے آیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی اپنی نہ کہے بلکہ صرف گورو کی سنے۔ کسی کو نہ دیکھے بلکہ صرف گورو کو دیکھے

اپنی زبان نہ کھولے مگر جب بولے گورو کا نام منہ سے نکلے۔

"جب بولے تب گورو کا نام۔ خالی جبھیا کونے کام"

ایسا چیتا ہوا مرید ہمیشہ چوکنا رہتا ہے۔ اور جس طرح نوزائیدہ کمسن بچہ دودھ پیتے وقت اپنی آنکھ۔ اور کان بند رکھ اپنے لبوں سے دودھ کھینچ، کھینچ کر اپنے اندر بھرتا جاتا ہے۔ وہی عمل و شغل ست سنگ میں سچے مرید کا ہونا چاہیئے۔ اگر برعکس کیفیت ہے تو نتیجہ بھی برعکس ہی سمجھو۔ اس سے پوچھو کہ یہہ سننے کے لیئے آیا ہے یا لیکچر دینے کے لئے ست سنگ میں شریک ہوا ہے۔

"گورو بھرنگی بن کیٹ جنایا۔ رادھا سوامی چرن لپٹایا"

اس کا مطلب یہہ ہے۔ گورو کی حیثیت بھرنگی ہے۔ اور سیشہ یا مرید ناقص کیڑا بن کر گورو کے پاس آیا ہے۔ جس طرح بھرنگی کیڑے کے دل میں اپنا اثر ڈالتی ہے۔ اور کیڑا اس کے اثرات کو لیکر اسی کے تصور میں محو اور مستغرق رہتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مرید گورو کے خیال کو جذب کرکے اسی میں محو رہتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ گورو کے دامن سے لپٹا ہوا دامنگیر ہو رہا ہے۔ اور وہ کہتا جاتا ہے۔

دامن نہ چھوڑوں۔ جان میں جب تک کہ جان ہے

کیوں ہو جدا جو جسم میں تاب و تواں ہے

یہہ مثال نہایت ہی خوبصورت ہے۔ تم نے سنا ہوگا۔ کہ بھرنگی کی نسل کس طرح دنیا میں چلتی ہے۔ بھرنگی ایک مکھی ہوتی ہے۔ جو کسی کیڑے کو پکڑکر اسے ڈنک مار کر اپنے چھتے میں بند کر دیتی ہے۔ سہما ہوا کیڑا ہر وقت اس خوف میں رہتا ہے کہ بھرنگی آکر پھر ڈنک نہ مار دے۔ اس طرح پر وہ اپنے

تصوّر کو پختہ کرتے کرتے بھرنگی کا ہم شکل ہو جاتا ہے۔ اور چھتّہ پھاڑ کر باہر نکل آتا ہے۔ اور پر پرواز کھول لیتا ہے۔ اور بھرنگی بن جاتا ہے۔

اگر مُرید میں ظرفیت۔ اہلیّت اور قابلیّت ہو تو کیا کہنا ہے۔ وہ یکدل یک جان اور یک رُخ ہو کر توجہ کے ساتھ گورو کے بچن کو سُننے۔ سن سن کر اپنے دل کے اندر رکھتا جائے۔ اس طرح اس میں قابلیّت خود بخود آتی جائے گی اگر ابتدائی حالت میں اس قابلیّت میں کچھ کمی رہے۔ تب بھی کچھ پرواہ نہیں صرف ایک مضبوط توجہ کی ضرورت ہے۔ اور توجہ ہی اس کے اندر ضروری اوصاف کو خود بخود پیدا کر دیگی۔ اگر اس توجہ کے رمز کو سمجھ لیا گیا۔ تب تو رادھا سوامی مت کی تعلیم نہایت آسان ہو جاتی ہے۔ برعکس صورت میں وہ دقیق اور مشکل بن جاتی ہے۔

اسی توجہ کے منعطف کرنے کا جھنجھٹ ہے۔ توجہ کسی اور طرف ہے۔ جب اُسے گورو کی طرف لگایا گیا کام بن گیا۔ اگر توجہ ایک طرف نہیں ہوتی۔ تو دشواریاں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اس لئے جو لوگ ست سنگ میں شامل ہوتے ہیں سب سے پہلے اُن کو اس توجہ کے معمہ کو حل کر لینا چاہئے۔ اسی توجہ کا اصطلاحی نام رادھا سوامی مت میں سرت رکھا گیا ہے۔ اور شبد کہتے ہیں آواز کو اپنی توجہ کو گورو کے بچنوں کے ساتھ شامل کر دینا سرت شبد کا میل ہے۔ سرت شبد یوگ کی مراد بھی صرف اتنی ہی ہے۔ اس کا ابتدائی مرحلہ ست سنگ ہے۔ اور انتہائی مرحلہ اندرونی یا باطنی ابھیاس ہے۔

اس توجہ کے یکسو اور یک رُخ کرنے کے تین طریقے ہیں جیسے۔ سمرن دھیان

اور بھجن کہتے ہیں۔ سُمرن کہتے ہیں بار بار خیال کرنے کو۔ اور جب تک وہ خیال منجمد نہ ہو جائے۔ تب تک سمجھنا چاہئے کہ ابھی تک سُمرن سے خالی ہے۔ اور جب خیال میں یکسوئی آجائے۔ تو سمجھ لو کہ سمرن کی تکمیل ہو چکی ہے۔

دھیان کہتے ہیں گورو کی مورتی کو دل کے سیشہ میں اسی طرح اتار کر رکھ لینا۔ جس طرح فوٹو گرافی کا سیشہ سامنے آئے ہوئے نظارہ کو قبول کر لیتا ہے اسی دھیان کا دوسرا نام عمل تصور ہے۔ تصور کہتے ہیں صورت بنانے کو۔ اگر دل کے اندر خیال کرتے ہی گورو کی صورت قائم ہو جاتی ہے۔ تو سمجھ لو کہ دھیان بن رہا ہے۔ اگر صورت قائم نہیں ہوتی ہے تو ابھی تک دھیان میں خامی ہے۔ دھیانی کو چاہئے کہ بار بار چینتن اور سُمرن کی مدد سے اندر ہی اندر صورت گری کرتا ہوا گورو کی تصویر کو خیالی طور پر اندر اُتار تا جائے ممکن ہے اس کام میں کچھ دیر لگے۔ مگر اس کا کچھ مضائقہ نہیں ہے، اور نہ اس میں کوئی ہرج ہی ہے۔ شاغل برابر اپنے تصور میں لگا رہے۔ تصویر بن جائے گی۔ اور قائم ہو کر رہے گی یہہ کچھ مشکل نہیں ہے بلکہ بہت ہی آسان شغل ہے۔

بھجن کہتے ہیں۔ بیرونی اور اندرونی آواز دل کے ساتھ یکجہتی کا تعلق پیدا کر کے اور شبد سُن کر اس میں توجہ کو پِروتے ہوئے۔ اس سے مل کر ایک ہو رہے اگر کوئی مُرید توجہ کے ساتھ بھجن کو سنتا ہے اِدھر اُدھر اپنے چت کو ڈانواڈول نہیں ہونے دیتا خواہ اندرونی آواز کو دل دیکر ہمہ تن اس کے جانب متوجہ ہوتا ہے۔ تو سمجھ لو کہ وہ کبھی نہ کبھی منزل مُراد پر پہونچکر ہی رہے گا۔ بات کا سننا خواہ بات کا مان جانا خواہ باطنی آواز کا سننا اور اس سے گہرا تعلق پیدا کر لینا کتنی

سہل اور آسان سی بات ہے۔ اس سے زیادہ آسان دنیا میں اور کوئی یوگ نہیں ہے۔ لیکن عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ بڑی پوتھی سار بچن نظم کہتی ہے:-

" تین سن آگے رہا دوری "

اب مجھے ضرورت پڑی کہ تم کو سمجھاؤں کہ یہہ تین سن کیا ہیں۔ شونیہ کہتے ہیں خلاء کو محویت، استغراق ۔یہہ استغراق یا محویت تین طرح پر آتی ہے کسی کو محض سمرن کرنے سے محویت آجاتی ہے۔ کسی کو دھیان کرنے یا دیکھنے سے محویت آجاتی ہے۔ اور کسی کو سننے سے محویت آجاتی ہے۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ اور بچوں کی طرح سہل زبان میں سمجھاتا رہتا ہوں۔ تم اپنے ذاتی تجربہ کو میری باتوں سے ملا کر مقابلہ کرو تاکہ تم کو سمجھنے میں مدد ملے۔

تم دیکھتے ہو۔ ایک شخص کے دل میں کوئی خیال آگیا۔ اور اس خیال کے آتے ہی اس کی حالت بدل گئی۔ اجی! یہہ خیال ہی تو تھا مگر اس نے صورت دگرگون بنادی۔ آدمی "ہکا بکا" اور "متحیر" ہوگیا۔ ایسے ہی کسی شخص نے کسی کی صورت شکل دیکھی اور نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ حیرت سے رہ گیا۔ اسی طریقہ پر جب انسان کوئی بات سنتا ہے اور وہ بات موثر ہوجاتی ہے۔ تو اس کی انتہا نہیں رہتی۔ بسا اوقات ان تینوں باتوں سے آدمی بےخود ہوکر اپنے آپ سے جاتا رہتا ہے۔ اسی کا نام محویت اور شونیہ ہے۔

یہی تین شونیہ ہیں۔ پہلا شونیہ سہس دل کمل کے مقام پر صرف سمرن کرنے سے ہوتا ہے۔ دوسرا شونیہ ترکٹی کے مقام پر صرف دھیان کرنے سے یا

گورو مورتی کے درشن سے بنتا ہے۔ اور تیسرا شوئنیہ بن کے استھان پر آسمانی آواز سننے سے پیدا ہوتا ہے۔ جو باہر ہے وہی بھیتر ہے۔ جو ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ صرف سمجھ سمجھ کا بھید ہے۔

شاغل نے ان تینوں مقامات سہس دل کمل، ترکٹی اور شوئنیہ کے استھانوں پر تین قسم کی محویت کا لطف اٹھا لیا ہے۔ اب بات اس کی سمجھ میں آگئی ہے۔ جس سے اس کی قابلیت بڑھ گئی ہے۔ لیکن وہ اس پر صابر یا قانع کبھی نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی کیفیتوں کا تجربہ ابھی اور اونچے مقامات پر اُسے کرنا ہے۔ اس واسطے منزلِ مُراد کو ابھی تک دور بتایا گیا ہے۔ جب تک ان کیفیتوں کا تجربہ نہ ہو جائے۔ تب تک مقامِ آخری کی طرف قدم بڑھتا رہے یہہ محویت آدمی کو دنیا کے معمولی کاروبار میں بھی آسکتی ہے جو شخص دل لگا کر کام کرتا ہوا اس کام میں اس قدر غرق ہو جاتا ہے کہ اُسے اپنے ارد گرد کی خبر تک نہیں رہتی۔ اس کے لئے اس راز کا سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ ذرا سا آدمی چیت وال بن جائے تو قدم قدم پر اس کو یہہ سبق ہر جگہ ملتے رہیں گے۔ جب طالب علم کتاب کھولتا ہے اور اس کے مضمون کا مطالعہ کرتے ہوئے اس میں محو اور مستغرق ہو جاتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اپنے کام میں محو ہے۔ اور وہ ضرور کسی نہ کسی وقت قابل ترین آدمیوں میں شمار کیا جائیگا۔ جیٹھ کے مہینہ میں دوپہر کے وقت جب سورج خوب تپ رہا ہے۔ ایک نجومی ہاتھ میں دوربین لئے ہوئے سخت دھوپ میں ستاروں کو دیکھتا ہے۔ اس کی آنکھ نہ ادھر جاتی ہے۔ نہ اُدھر جاتی ہے۔ اس نے اپنی نظر ستاروں پر جما دی اور اس کے نظارہ

کو دیکھ رہا ہے۔ اس نے بھی محویت کا شونہ بنا لیا ہے۔ اور اعلیٰ ہذا القیاس۔

ذنانڑے جی لق دق میدان سے ہو کر گزرے راستہ بھول گئے۔ کسی جگہ تالاب کے کنارے ایک مچھیرے نے مچھلی پکڑنے کی نیت سے پانی میں اپنی کنڈیا ڈال رکھی تھی۔ اور اس کی ساری توجہ مچھلی پکڑنے کی جانب رجوع تھی۔ انہوں نے بارہا سوال کیا۔ بھائی! میں راستہ بھول گیا ہوں۔ تو مجھے ذرا راستہ کا پتہ دیدے۔ لیکن مانجھی نے رتی سے مس نہیں ہوا۔ نہ ان کی مخاطب ہی ہوا۔ یہ کھڑے ہوئے اس کی وضع قطع اس کی حالت اور کیفیت کا مطالعہ کرتے رہے۔ جب اس نے مچھلی پکڑ لی۔ دیکھا کہ یہ اس کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ پوچھا! ادھوڑ ناتھ! آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ راستہ کا پتہ چاہتا ہوں۔ مانجھی نے اُس وقت ان کو راستہ کا پتہ بتا دیا۔ ذنانڑے نے احسان مندی کے طور پر کہا اے نیک مانجھی! تو نے آج مجھے یوگ میں ترقی کرنے کا راز بتا دیا ہے۔ تو میرا گورو ہے اور میں تجھے تعظیم اور ادب کے ساتھ نمسکار کرتا ہوں۔

مُرید میں اس قسم کی توجہ کی یکسوئی درکار ہے۔ جو مزاج کا چنچل ہے اور اپنے دلی جذبات کو ایک طرف نہیں لگا سکتا۔ تم خود ہی بتاؤ وہ کیسے سماہت چیت والا بنے گا۔ اور کس طرح یوگ کے مشاغل کا ادھیکار اس کے اندر آئے گا۔

شاہزادوں کا جنگل میں امتحان ہو رہا تھا۔ درونا چاریہ اور کرپا چاریہ ان کے ماسٹر موجود تھے۔ امتحان فنِ تیر اندازی کا تھا۔ اور ماسٹروں

کو اُس دن یہہ فیصلہ دینا تھا کہ اُن کے شاگردوں میں کوئی قابل تیر انداز ہوگا۔ شاگردوں میں یدھشٹر۔ بھیم۔ ارجن۔ نکل اور سہدیو در یودھن وغیرہ سب ہی تھے۔ چونکہ یدھشٹر ولی عہد تھا۔ پہلے اسی کو تیر چلانے کا موقع دیا گیا۔ درخت کی چوٹی پر ایک کبوتر بیٹھا ہوا تھا۔ درونا چاریہ نے اس کبوتر کے مارنے کے لئے حکم دیا۔ جب ہاتھ میں تیر لیکر دھرم راج یدھشٹر تیار ہوئے درونا چاریہ جی نے پوچھا۔ بیٹے! تم کیا چیز دیکھ رہے ہو۔؟ ولیعہد نے جواب دیا۔ میں آپ کو۔ اپنے آپ کو معہ تیر و کمان اور کبوتر سب کو دیکھتا ہوں۔ ماسٹر نے کہا۔ جگہ چھوڑ دو۔ تمہارا امتحان ہو چکا۔ دریودھن کو بھی موقع دیا گیا۔ اور سوال کیا گیا۔ کیا دیکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ دنیا کا نظارہ آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ سب کچھ نظر کے سامنے ہے۔ درونا چاریہ نے اُسے بھی جگہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ اسی طرح تمام شاہزادوں سے یکے بعد دیگرے سوالات کئے گئے اور سب کے سب جگہ سے ہٹائے گئے آخر میں ارجن کو موقع دیا گیا۔ گورو نے پوچھا۔ کیا دیکھتا ہے۔؟ اس نے کہا۔ میری نگاہ صرف کبوتر پر ہے۔ میں اور کچھ نہیں دیکھتا ہوں۔ تیر چلانے کا حکم دیا گیا۔ اور اسی وقت کبوتر تیر کے ساتھ ہی زمین پر نیچے آ گرا۔

یوگ کی سدھی حاصل کرنے کا یہہ راز ہے۔ جو شخص اپنا دل لگا سکتا ہے۔ وہ شخص دل لگی یا دل لگانے کے رمز کو سمجھ سکتا ہے۔ اور جو دل نہیں لگا سکتا۔ خواہ جس کا دل اور جانب متوجہ ہے تو اس سے کہدو کہ بابا ابھی تک تجھ میں یوگ سیکھنے کا ادھیکار پیدا نہیں ہوا ہے۔ تو ناحق کیوں سر کھپی کرتا ہے

جو غیروں کو دیکھا کرتا ہے۔ وہ حق پسند کیسے بن سکتا ہے۔ یہاں تو ضرورت اس بات کی ہے :۔

"یکے دان یکے بین ویکے گوئے۔ یکے خوان یکے خواہ ویکے جوئے"

ایک کو جانو۔ ایک کو دیکھو۔ اور ایک کو کہو۔ ایک کو پڑھو۔ ایک کو چاہو اور ایک کی تلاش کرو۔ تم کثرت پسند بنتے ہو یا وحدت پسند؟ تمہارے دل میں گورو بستا ہے یا ایرا غیرا۔ نتھو خیرا۔ اس قسم کے محویت پسند مرید کی راہ میں پھر بھی خطرات رہتے ہیں۔ اسے پھر بھی محتاط اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ خطرات تین طرح کے ہیں۔ آلسیہ۔ تندرا۔ اور پرماد۔

آلسیہ" کہتے ہیں سستی کو۔ اگر ابھیاس کرتے ہوئے کسی میں سستی آتی ہے۔ اور وہ کاہلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ تو اس کے لئے خیریت نہیں ہے۔ اگر ابھیاس کرتے وقت نیند آجاتی ہے۔ اور وہ اسے محویت سمجھتا ہے تو وہ بھی یوگ کے عمل کے ناقابل ہے۔ اگر کسی شخص کو شد بد سمجھ بھی آگئی۔ اور اس کے اندر غرور پیدا ہو گیا۔ اور ہمیشہ وہ اس بات پر تلا رہتا ہے۔ کہ میں بھی کچھ ہوں۔ لوگ میری بھی سنیں تو وہ گیا گزرا آدمی ہے۔ یوگ کی مراد کو اس نے ابھی تک ذہن نشین نہیں کیا ہے۔

ہر شاغل اور عامل کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ان تینوں باتوں سے بچا رکھے۔ تب وہ سُرت شبد یوگ کا سادھن کرے۔ پھر دیکھے ترقی کیسے نہیں ہوتی ہے وہ اگر آج یہاں ہے تو کل آگے بڑھے گا۔ اور آخر کار منزل مقصود تک رسائی حاصل کئے بغیر چین نہیں لیگا

بھجن کرنیکی بدھی

رادھا سوامی دھرا نزروپ جگت میں گورو ہوئے جیو جتائے
جن جن مانا بچن سمجھ کے۔ تن کو سنگ لگائے

گورو آدرش ہے۔ خیالی اور اعتقادی نگاہ کے ٹھہرانے کا مرکز ہے۔ محبت کی نگاہ ہمیشہ ہم جنس پر پڑتی ہے۔ غیر جنس کی محبت امر محال ہے اس واسطے شان الوہیت اپنا روحانی نظارہ انسان بن کر دیکھاتی ہے وہ انسان بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے آئے۔ ہم اسے دیکھیں سمجھائیں اس کی سنیں۔ اور سمجھیں۔ اور اس کی صحبت اختیار کریں۔ یہہ گورو بھگتی ہے دیکھنا مقدم ہے۔ بغیر دیکھے ہوئے اعتقاد کی رگ کو حرکت نہیں ملتی۔ اس دیکھنے میں دونوں کی نگاہیں چار ہوتی ہیں۔ ایک کا اثر دوسرے میں سرایت کر جاتا ہے۔ نادانستہ باہمی قوت کشش حرکت میں آکر دونوں

ناظر اور منظور کی نظروں کو اکٹھا کر دیتی ہے۔ اس کا خیال اس میں۔ اور اس کا خیال اس میں آجاتا ہے۔ اس لئے صحبت۔ قربت۔ ہم نشینی اور اپنا آئین فقراء کی پہلی شرط ہے۔ اگر یہہ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر یہہ ہے تو سب کچھ ہے۔

دیکھنے کے بعد بچن کا سننا صحبت فقراء کی دوسری شرط ہے۔ جو کلام کو اس کان سے سن کر اس کان سے نکال دیتے ہیں۔ اور سمجھ توجہ سے کام نہیں لیتے۔ وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ بغیر سمجھی ہوئی بات دل میں دل نشین نہیں ہوتی۔ اور نہ رگ خیال کو حرکت ہی نصیب ہوتی ہے۔ سننا۔ سمجھنا اور گننا یہہ تینوں ضروری لوازمے ہیں۔ جو سنتا ہے اور سمجھتا نہیں۔ اس کا سننا بے سود ہے۔ جو سنتا ہے اور سمجھتا بھی ہے۔ مگر گنتا نہیں۔ اسے بھی بے سود سمجھو۔ اس گننے کے لفظ پر غور کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ گننا کہتے ہیں۔ گناؤں کرنے سوچنے اور سوچ سمجھ کر بچن کو اپنے اندر رکھ لینے کو۔ جب تم پانی پیتے ہو۔ تو تمہارے ہونٹ پانی سے ملتے ہیں۔ اور زبان رس لیکر اسے اندر اتارتی جاتی ہے۔ اگر ہونٹ پانی سے ملے اور زبان نے اسے اندر پہونچانے کی کوشش نہیں کی تو محض لبوں اور پانی کے ملنے سے پیاس نہیں بجھتی۔ اسی طرح جب کان اور بچن دونوں ملیں تو کان کی قوت سمعی بچنوں کے دھار کو کھینچ کھینچ کر دل کے اندر داخل کرتی جائے اور جس طرح پانی پینے سے انسان کی پیاس بجھتی ہے۔ اسی طرح پرمارتھ کے پیاسے گورو کی امرت بانی کو سن سن کر غور اور فکر کے ساتھ اس کو دل کے خزانہ میں ترتیب اور خوش اسلوبی کے ساتھ رکھے جاتے ہیں۔ تب اس وقت

صحبت کا لطف حاصل ہوتا ہے۔ اور دو دل ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ تب ملاپ کی خوشی حصے میں آجاتی ہے۔ اس لئے ست سنگ کو ضروری رکھا گیا ہے۔

اس لئے قدرت میں گورو کا ظہور ہوا۔ وہ انسانی شکل میں ہماری طرح انسان بن کر دنیا میں آئے تاکہ ہم انھیں دیکھیں بھالیں۔ اور ان کی صحبت کریں اور انھیں کی رفتار کے موافق اپنی رفتار کی گرطصت بھی کرتے رہیں تب تو صحبت اور ست سنگ کا مزہ ہے۔ اور اگر یہہ نہیں ہے۔ تو پھر اس کا کوئی نتیجہ بھی نہیں ہوگا۔ اسے غور سے سوچنے سمجھنے کی ضرورت۔

کر ست سنگ سار رس پایا۔ پی پی تریت اگھائے
گوُرو سنگ پریت کری اُن ایسی۔ جس چکور چنداے

ست سنگ کا لطف ملا۔ دو ملنے والی صورتیں خیالی اور روحانی طور پر ہمدوش اور ہم آغوش ہو کر ایک جان اور دو قالب کی مصداق بن گئیں جو اس میں تھا۔ اس میں آگیا۔ اور جو اُس میں تھا۔ اس میں سرایت کر گیا۔ پرمارتھ کا اصلی مفہوم بآسانی ذہن میں آتا گیا۔ جس طرح پیاسا آدمی پانی پی کر آسودہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس پرمارتھ کے پیاسے بھی خودبخود کسی محنت اور مشقت کے بغیر قدرتی اور فطرتی طریقہ پر بجھتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ تب یقین کامل دل کے اندر مضبوط جگہ اختیار کر لیتی تھی۔ اس طرح چیلے کے اندر گوُرو اور گورو کے اندر چیلا سما گیا۔ آئینہ میں صورت کا عکس پڑا جو اندر ہے وہی باہر بھی ہے۔ جو باہر ہے وہی اندر بھی ہے۔ گلاب کی خوشبو پھول

میں ہے۔ اور گلاب کی خوشبو باہر بکھری ہوئی بھی ہے اندر اور باہر ہر دو جانب ایک ہی قسم کے نظارے نظر آنے لگ گئے۔ اصل اور نقل میں کوئی فرق نہیں رہا۔ اور اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ جس طرح چکور ٹکٹکی باندھ کر چاند کو دیکھتا ہوا ہمہ تن اس کے جانب متوجہ ہو کر محو رہتا ہے۔ اسی طرح سے چیلے کی نگاہ گورو کی صورت پر ٹھہری رہتی ہے۔ ناظر، منظور اور نظر تینوں ایک ہو جاتے ہیں۔ وہ اسے دیکھتا ہے اور یہہ اسے دیکھتا ہے۔ ناظر کہتے ہیں۔ دیکھنے والے کو۔ اور منظور کہتے ہیں جس کے اوپر نظر پڑے۔ چیلا جو پہلے مشاہدہ بین بن کر ناظر کی صورت میں گورو کی زیارت کرنے آیا تھا۔ اب وہ خود گورو کا نظر کا مرکز بن گیا۔ اب گورو اس کو دیکھتا ہے یہہ منظور سے مراد ہے۔

گورو مورتی گتی چندرماں۔ چاترک چت چسکور
آٹھ پہر نرکھت رہے۔ گورو مورت کی اور

گورو بن کل نہیں پڑت گھڑی یک۔ دم دم من اکلائے
جب گورو درشن ملیں بھاگ سے من میرا ہونت جس بچھڑا گائے

پریم آگیا محبت پیدا ہو گئی۔ حضرت عشق نے دل کو اپنے قیام کا آشیانہ بنا لیا۔ اب یہہ کیفیت ہے کہ ایک گھڑی بغیر دیکھے ہوئے چین نہیں آتا۔ اگر زیارت نہیں نصیب ہوتی تو دل میں بے چینی اور اضطرابی رہتی ہے اور جب درشن مل جاتا ہے تو چیلا اس طرح خوش ہو کر ناچنے لگ جاتا ہے۔ جیسے گائے کو دیکھ کر بچھڑا اُمنگ سے ناچ اٹھتا ہے۔ گائے بچھڑے کو دودھ پلاتی

ہے۔ اور گورو چیلے کو کولسا دودھ پلاتا ہے۔ وہ دودھ روحانیت کا ہے روحانیت کے پیاسے ہی اس کی قدر کرتے ہیں۔ اور جب تک کوئی بچھڑا نہیں بنتا اور جن کے اندر روحانیت کے دودھ کی خواہش نہیں رہتی وہ ان باتوں کو مشکل سے سمجھ سکیں گے حقیقت کی طلب اور تڑپ والا ہی اس کی قدر کرتا ہے۔

ایسی پریت لگی جن گورو مکھ۔ سو تو گورو اپنے کے
تن کی لگن بھوگ اندری کی۔ چھین ہیں سب بسرکے

جس نے گورو کو مکھ کر کے جان لیا ہے۔ اس کا نام گورو مکھ ہے۔ اور جس نے ابھی تک گورو کو مکھ نہیں کر لیا ہے۔ وہ ابھی تک من مکھ ہے اور وہ ہمیشہ من کے ترنگ میں بہتا رہتا ہے۔ جس طرح لڑکوں کا فٹ بال ہر دو طرف ٹھوکریں کھا کر ادھر اور ادھر بھٹکتا پھرتا ہے۔

جن میں دو چتائی نہیں۔ دبدھا نہیں۔ پس و پیش کی عادت نہیں ان کا دل چٹان کی طرح مرکز پر قائم ہو جاتا ہے۔ صرف ان ہی کے اندر پریم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ گورو کو اپنا کر لیتے ہیں۔ گورو ان کا اپنا ہو جاتا ہے۔ گورو کی ذات ان کی ذات بن جاتی ہے۔ اور ان کی ذات گورو کی ذات ہو جاتی ہے۔ یہ اپنانے کا مطلب ہے۔ نہ ان کو تن کا ہوش رہتا ہے اور نہ بدن کا ہوش رہتا ہے۔ اور ساتھ ہی من کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ نہ انھیں لذات نفسانی کی خواہش ہے۔ اور نہ اندریوں کے بھوگ بلاس کی طرف ہی توجہ جاتی ہے جن کو اصلی روحانیت کا مزہ اور سرور کی لذت مل جاتی ہے

وہ اِدھر اُدھر بہک کیسے سکتے ہیں۔ من جدھر لگ گیا لگ گیا۔

کبیرا من تو ایک ہے۔ چاہے جہاں لگائے
کہ سیوا کر گورو کی۔ کہ تو وشئے کمائے

گورو کی مورت بسی ہے من۔ آٹھ پہر گورو سنگ رہائے
اس گورو بھگتی کری جن پوری۔ تنے تنے نام سمائے

دن کے آٹھ پہر میں ایسا گورو مکھ بھگت ایک لمحہ کے لئے بھی گورو کے دربار سے غیر حاضر۔ غائب یا غافل نہیں رہتا کیونکہ گورو کی مورتی اس کے اندر سما گئی ہے۔ اور چوبیس ۲۴ گھنٹوں کے اندر وہ اس طرح سے گورو مورتی کو جکڑ کر اپنے اندر رکھتا ہے۔ جیسے چوکھٹے کے اندر تصویر جکڑی ہوئی رہتی ہے گویا خیالی طور پر وہ ہر وقت گورو کے سامنے حاضر رہتا ہے۔ وہ چاہے جس کام میں ہو۔ جس حالت میں ہو۔ گورو اس کا ساتھی بنا رہتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی جدائی نہیں ہوتی۔

دوستو! جس وقت یہہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ اس وقت نام کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ اور نام لینے والا اس نام میں سمایا ہوا اس سے واصل اور مل کر ایک ہو رہتا ہے۔ تب صبح اور شام کی بندگی کیسی! اس وقت ہر وقت کی بندگی رہتی ہے۔ جس کے لئے بندگی کی جاتی ہے۔ وہ رگ رگ ریشہ ریشہ میں بسا ہوا ہے۔ وہی سر میں ہے۔ وہی دماغ میں ہے۔ وہی ہاتھ میں ہے۔ اور وہی پاؤں میں ہے۔

سور نتی بوند جس ارٹنت پیہیا۔ اس دھن نام لگائے
نام پرتاپ سرت اب جاگی۔ تب گھٹ شبد سنائے

جس طرح سور نتی بوند کا پیاسا پیہاپی پی کرتا ہوا آکاش منڈل میں منڈلاتا رہتا ہے۔ اسی طرح سے عابد اور شاغل نام کی بھی رٹن میں لگا رہتا ہے۔

شبد پائے۔ گورو شبد سمائی۔ تن شبد ست شبد ملائے
الکھ شبد اور اگم شبد لے۔ یخ پد را دھا سوامی آئے
پورا گورو۔ پوری گتی پائی۔ اب کچھ آگے کہا نہ جانے

اس طرح نام لینے سے سمرن کرنے سے اور دھیان پختہ ہونے سے سوئی ہوئی سرت اندر ہی اندر جاگ اٹھتی ہے۔ اس وقت آسمانی راگوں کی صدا گھٹ آکاش میں گونجنے لگتی ہے۔ اور تب بہت ہی سریلی الاپ گوش زن ہونے لگتی ہے۔ اور سننے والا سن کر حیران رہ جاتا ہے۔

سن سان لق و دق میدان! ہو کا سامان! تن تنہا ابھیاسی یا شاغل خلوت میں بیٹھا ہوا۔ ہر چہار طرف سے سریلی آوازوں کی راگیں اٹھ رہی ہیں وہ انھیں سنتا رہتا ہے۔ یہ کدھر سے آرہی ہیں کچھ پتہ نہیں۔ جس طرح غوطہ لگانے والا پانی کے اندر غوطہ مار جاتا ہے۔ اور اس کے نیچے اوپر دائیں بائیں پانی ہی پانی رہتا ہے۔ اسی طرح وہ حقانی آوازوں کے دریا میں مستغرق ہو جاتا ہے لیکن ابھی تک اس میں تمیزی طاقت موجود ہے۔ وہ آوازوں کو سنتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو آواز سے مختلف اور جدا خیال

کرتا ہے۔ اُسے یہہ علم نہیں ہے کہ وہ خود آواز مجسم ہے۔ جو کچھ ہے سب اسی کے اندر ہے باہر کچھ بھی نہیں ہے۔

اب رفتہ رفتہ دوئی کا پردہ اُٹھتا ہوا چلا جارہا ہے۔ اور یکتائی کی حالت آتی جارہی ہے۔ وہ شبد کو پاکر شبد گورو کے مقام پر آجاتا ہے۔ گورو کی آواز اسے اندر ہی اندر چتاونی دیتی رہتی ہے اور وہ اس چتاونی کی مدد سے الکھ اور اگم کے مقامات پر پہونچتا ہوا رادھاسوامی پد میں جاکر سما جاتا ہے پھر بھید بھاؤ باقی نہیں رہتا۔

یہہ سچا ادویت واد ہے۔ یہہ سچی وحدانیت ہے اور یہہ سچی توحید ہے اب پورا گھر مل گیا۔ پوری حالت نصیب ہو گئی۔ ادھوراپن جاتا رہا۔ اب کوئی کہئے بھی تو کیا کہئے۔ کس کے منہ میں زبان ہے جو بیان کرے۔ وہاں نہ زبان ہے نہ دل ہے اور نہ عقل ہے۔ یہہ قدرتِ مکمل ہے۔ ہم اس قدرت کے بال بچے ہیں۔ مکمل سے مکمل چیز پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ہم ادھورے کیسے رہ سکتے ہیں مکمل انسان کا بچہ مکمل انسان ہی ہوتا ہے۔ مکمل میں کسی چیز کا اضافہ کرو وہ بھی مکمل ہی رہے گا مکمل میں سے کسی چیز کو گھٹا دو۔ تفریق کردو۔ پھر بھی وہ مکمل ہی مکمل رہے گا۔ یہاں کمی بیشی کا اطلاق نہیں ہے یہہ ایک حالت ہے جو بیان سے باہر ہے۔

تیسرا بچن

رُوحانی عبادت کا طریقہ

گورو کا درس تو دیکھ ری۔ تل آسن ڈار
شبد گورُ و نِت سنواری۔ مل باسن جار

درشن کرنے کی بدھی یہہ ہے کہ تل کا آسن بچھا دیا۔ اور گورو کی مورتی اس پر آکر براجمان ہو گئی۔ جس طرح فوٹو گرافر کے سیشہ میں یہہ تاثیر ہوتی ہے۔ کہ صورت کا عکس جب اس سیشہ پر پڑجاتا ہے تو وہ سیشہ کے اندر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی آنکھیں سیشہ کا خواص رکھتی ہیں اور اُن میں عکس کے قبول کرنے کی طاقت رہتی ہے۔ جب تک کھلی ہوئی آنکھوں سے اس طرح پر درشن نہیں کیا جاتا تب تک گورُو کی صورت کا نقش دل کے سیشہ پر گہرا نہیں پڑتا۔

عکس کے لینے کے بعد فوٹو گرافر سیشہ کو دھوتا ہے۔ اور تصویر کو

(IMPOSE) کرتا ہے۔ یعنے اُبھارنا۔ اسی طرح درشن کرنے والے کے لئے دیدۂ دل سے گورو کا روپ دیکھنا۔ اور اس کا تصور باندھنا اور تل کے اندر اس کے نقش کا جمانا مقصود ہے۔ جیسے وہاں شیشہ دھویا جاتا ہے ویسے ہی یہاں آنکھیں یک ٹک صورت پر جمی رہتی ہیں۔ منتشر خیالات کو دل سے پاک صاف کر لیا جاتا ہے۔ تب اس وقت ٹھیک ٹھیک مورتی بن جاتی ہے۔ یہہ آنکھیں دل کی آواز ہیں۔ گورو کا درشن دیدۂ دل سے ہو۔ اور جس طرح آدمی کسی چیز کو دیکھ دیکھ کر اس کا خیالی نقش اپنے دل میں قائم کر لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح گورو کا نقش اپنے دل میں قائم کر لیتا ہے۔ اسی کا نام تصور اور دھیان ہے۔ یہہ طریقہ عبادت کی پہلی تدبیر ہے۔

دوسری تدبیر یہہ ہے کہ گورو کے بچنوں کو کانوں سے سنو۔ کان گورو کے بچن سے ملاپ کرنے کے قابل ہوں۔ یہہ بات اس وقت ممکن ہوگی۔ جس وقت دل فاسد خیالات سے آزاد ہوگا جب تک صفائی قلب نہ ہو لیگی۔ اور فاسد مواد دل سے نکل نہیں جائیگا۔ اس وقت تک جیون کا تیوں شبد کا سننا اور ان کے ساتھ مل کر ایک ہو رہنا غیر ممکن ہوگا۔

ان ہر دو حالتوں میں صفائی قلب لازمی اور ضروری ہے صرف دو باتیں ہیں۔ دھیان کرو اور شبد کو سنو۔ یہہ عمل پہلے ظاہری طریقہ پر ہو۔ پھر یہی عمل باطنی طریقہ پر کرنا ہوگا۔

درشن کرو۔ بچن گورو سنو۔ سن سن گھٹ انتر میں گنو
دیکھو گھٹ میں بمل مت نشا۔ شبد سنگ سرت کرے بلاسا

یا بدھی جو ابھیاسی کماوے۔ جلدی بھگتی کا رس پاوے
گورو روپ سہاون اتی ٹکے۔ گھٹ بھا گو اجیارا
کمل کھلت سکھ پاوئی۔ بھونرا کرے نیارا

یہہ کبھی نہ سمجھو کہ اس طرح درشن کرکے تم گورو کی مورتی کو اپنے اندر سے نکال سکوگے۔ یا اسے بھول سکوگے۔ بلکہ اس دیدۂ دل کی زیارت کا یہہ نتیجہ ہوگا۔ کہ تمہارا دل گورو مورتی کو اپنے اندر نقش کرلیگا۔ گورو کی روشن مورتی روز بروز خوبصورت اور سوہاونی ہوتی جائے گی۔ شیشہ کی تصویر کی طرح وہ ابھرتی ہوئی تجلّی اور روشن ہوجائے گی باہر جو گورو مورتی نظر آتی ہے اسے چاہے تم ہڈی اور چمڑے کی سمجھ لو۔ لیکن انتر میں جو مورتی قائم ہوتی ہے وہ گوشت پوست اور خون چمڑے کی نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ اور ہی چیز ہوگی جس طرح سورج کے نور اور ضیاء کی مدد پاکر کنول کی پنکھڑیاں کھل جاتی ہیں اور بھونرا محبت اور پریم کے جذبہ کے زیر اثر آکر خوشی سے اس کے اردگرد منڈلانے لگتا ہے۔ اسی طرح سچا درشن کرنے والا اپنے اندر گورو کی مورتی کو دیکھ کر خوش ہوجاتا ہے اور اس کا طواف یا پرکرما کرنے لگ جاتا ہے۔ جب تک یہہ کیفیت نصیب نہ ہوگی۔ تب تک سمجھ لو کہ تم کو درشن کرنے کی دولت نصیب نہیں ہوئی ہے۔

گورو گیان نہ پایا ہے سکھی جن گھٹ اندھیارا
پورا ست گورو نہ ملا۔ بھرمت بھوجارا

جن کا دل اندھیرا ہے۔ وہ اندھیرے شیشہ کی طرح نظر آنے والی

چیزوں کا عکس بھی قبول نہیں کر سکتے۔ لوگ ست سنگ میں گیان کی پراپتی کے لئے جاتے ہیں۔ مگر انھیں گورو کا گیان نہیں ملتا۔ کیونکہ صفائی قلب کی برکت اب تک ان کے حصہ میں نہیں آئی ہے۔ اگر پورا گورو ملا ہوتا تو انھیں درشن کرنے کی بدھی بتلاتا۔ اس درشن کی بدھی میں تین حالتیں ہوتی ہیں۔

سمّیک درشن۔ سمّیک چرتر۔ اور سمیک گیان۔ سمتا کے ساتھ درشن کرنا سمیک درشن کہلاتا ہے۔ جس میں دونوں آنکھیں ترازو کے پلّے کی طرح برابر رہتی ہیں اور دیکھنے والا جس چیز کو دیکھتا ہے اس پر اس کی نظر جمی رہتی ہے۔

سمّیک چرتر۔ سمتا کے ساتھ گورو کے اثرات۔ گورو کے طرز عمل۔ اور گورو کے ظاہری اور باطنی بیوہار کو قبول کرتے ہوئے اس پر قائم ہو رہنا ہے درشن میں سمتا رہے۔ چرتر میں بھی سمتا رہے۔ سمتا کے لئے انگریزی لفظ (BALANCE) نہایت موزوں ہے آنکھوں کو برابر رکھتے ہوئے درشن کرو۔ اور گورو کے بچنوں کو سن کر اسی کے موافق اپنے طرز عمل کو بناؤ۔ اُس میں اور اِس میں دونوں ہی میں سمتا رہے۔

جب یہہ کیفیت ہو گی اس وقت سمّیک گیان پراپت ہو گا۔ جو گیان ملیگا۔ وہ سمتا کے ساتھ ہو گا۔ لیکن مشکل بات یہہ ہے کہ جن کا گھٹ اندھیرا ہے ان کو یہہ گیان نہیں مل سکتا۔ اور وہ پورے گورو کے گیان کو نہ پاکر اس سنسار میں بھرمتے اور بھٹکتے رہتے ہیں۔

میں تو ست گورو پائیا اب جاؤں بلہار
جیموں چکور چیندا کھیئے۔ رہوں رُوپ نہار

بھگت کہتا ہے مجھے ست گورو مل گیا ہے۔ سویا ہوا بھاگ جاگ اٹھا ہے۔ میں گورو کے روپ پر تصدّق اور فدا ہوں۔ بلہار کہتے ہیں۔ بل کے ہار جانے کو اسی کا اصطلاحی نام تصدق اور قربان ہے۔ اب اپنا بل نہیں رہا گورو کا بل مل گیا ہے اب اسی سے کام ہو رہا ہے۔

جس طرح چکور چاند کو دیکھتا رہتا ہے اور اس سے اپنی نگاہ کو نہیں ہٹاتا اسی طرح سے میں بھی ہر وقت سوتے اور جاگتے گورو کے روپ کو دیکھتا رہتا ہوں۔ اسے غیر ممکن نہ سمجھو۔ یہہ حالت بھگتوں کو آسانی سے میسر ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے تجربات اور مشاہدات کی کمی کی وجہ سے کبھی کبھی طبیعت ڈانواں ڈول ہوتی رہے۔ لیکن جب ذاتی تجربہ مددگار ہو جاتا ہے۔ تب دل کے اندر سمتا آجاتی ہے اور یکسانیت کی کیفیت خود بخود نمایاں ہو جاتی ہے۔

ست گورو شبد سروپ ہیں۔ رہیں عرش منجھار
تو بھی سرت سروپ ہے۔ رہو گورو کے دربار

گورو کا پہلا نظارہ نور ہے۔ گورو کی دوسری صورت شبد ہے شبد بمقابلہ نور کے لطیف تر ہے۔ اور بھگت کے دل کے اندر جو آسمانی صدا آتی ہے وہ عرش دگگن منڈل) سے آتی ہے۔ یہہ اس کا اصلی سروپ ہے۔ جس وقت یہہ آواز آنے لگے۔ تو سمجھ لے کہ تجھے گورو کے شبد سروپ کا درشن مل رہا ہے۔ تو کیا ہے؟ تو توجہ ہے تو سرت ہے۔ اس توجہ کو ہمیشہ شبد پر قائم رکھو۔ تب تیری یہہ حالت ہو جائے کہ ایک دم کے لئے اس سے علیحدگی نہ ہونے پائے جس طرح پانی کی دھار بوند ہو ہو کر برتن میں گرتی ہے۔ اور برتن بالکل مجہولیت کی حالت

میں رہ کر اس کو قبول کرتا جاتا ہے۔ اسی طرح تیری توجہ مجہول بن کر شبد کو اپنے اندر داخل کرتی چلی جائے۔ تمام دنیا کا بیوہار شبد اور سرت سے ہوتا ہے شبد دھاریا لنگ آکار صورت میں آتا ہے۔ اور توجہ ارگھ بن کر اسے قبول کرتی رہتی ہے۔ انتظام آفرینش میں اس شبد اور سرت یا لنگ اور ارگھ ہی کا نظارہ ہر جگہ نمایاں ہے۔ ہاں! نام اور الفاظ مختلف ہیں۔ مگر اصول ایک ہے۔ اسی کو پرش اور پرکرتی کہتے ہیں۔ صرف اصطلاح اور الفاظ میں اختلاف ہے۔ دانش مند آدمی کو چاہئے کہ لفظوں پر نہ جائے بلکہ مغز سخن کو سمجھے۔ سرت جامہ یا پیرہن ہے۔ جس کے اندر شبد اصلیت بن کر ملبوس رہتا ہے۔ اور ان دونوں کے ملاپ سے کام کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نین میں گورو روپ ہے۔ تو نین اگھار
شرون میں گورو شبد ہے۔ سن گگن پکار

آنکھوں کے سوا گورو کے روپ کے رہنے کی جگہ اور کوئی نہیں ہے دیدۂ دل کو کھول کر گورو کا درشن کرلے۔ کانوں کے سوا گورو کے شبد کے رہنے کی جگہ اور کوئی نہیں ہے۔ یہہ آواز آسمان سے آتی ہے۔ شبد روح ہے۔ آنکھ اور کان بہ منزلہ مادہ کے ہیں۔ اس اصول کو سمجھ لے اور اصلی تشفی خود بخود ہو جائے گی۔ آنکھوں کو کھول کر زیارت کرلے۔ کانوں کو کھول کر آسمانی آواز کو سن لے۔

رادھا سوامی کہہ رہے۔ یہہ مارگ سار
جوجو مانین بھاگ ہے۔ سو اترین پار

ست پرش رادھا سوامی دیال اس رازِ حقیقت کے جوہر کو سنا رہے ہیں اپنے فضل اور کرم کے ساتھ جو خوش قسمت۔ خوش خواہش اور خوش دل ہیں انہیں سنیں گے اور اس پر غور کریں گے۔ اور اس کو مانیں گے۔ ان کے بھوساگر پار جانے میں کوئی شک نہیں ہے۔

ادویت واد

رادھا سوامی نام سنایا رادھا سوامی

رادھا سوامی رُوپ دکھایا رادھا سوامی

یہہ شبد شروع سے آخر تک ہمارے ست سنگیوں کے سچے مطالعہ کا مستحق ہے۔ لوگ ناحق دوسروں سے الجھتے رہتے ہیں۔ کہیں کسی کا کھنڈن اور کہیں کسی کا منڈن۔ حقیقت میں اس کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ گورو کی صحبت کرکے ایک دفعہ اصلیت کو سمجھ لو۔ اور ہمیشہ کے لئے تعصب ہٹ دھرمی اور پکش پات سے الگ ہو رہو۔ دل آئینہ کی طرح پاک صاف بنا رہے۔ تاکہ اس میں اصلیت کا عکس پڑ سکے۔ اور تمہارا دل نور اور سایہ کو دیکھ کر تمیزی مدات قائم کرتے ہوئے کھلی آنکھوں سے وحدت اور کثرت کے بھید کو دیکھ لے۔ جو قلت ہے وہی جمیعت ہے جو کثرت ہے وہی وحدت ہے۔ اور جو نور ہے وہی

سایہ ہے۔ صرف نظر نظر کا فرق ہے۔ اگر نظر کمال بین اور کمال پسند بن گئی ہے تو چہاروں طرف کثرت کے ساتھ کمال کے نظارے پیش نظر آجاتے ہیں۔ اگر نگاہ ایسی نہیں بنی ہے تو جس شخص نے جیسی نگاہ بنائی ہے۔ اسی کے موافق دنیا کے مناظر اسی قسم کا رنگ روپ بھرتے رہتے ہیں۔ شہوت پرست آدمی کی نظر میں درخت کا ٹھونٹھ بھی عورت معلوم دیتا ہے۔ مفلسی کے صدمہ اٹھائے ہوئے لوگوں کو افلاس اور ہلاکت کے سوائے دوسری بات دکھائی نہیں دیتی۔

یہہ دنیا کیا ہے؟ اصلیت کے ہستی کی اظہار کی صورت ہے۔ سورج چمک رہا ہے۔ اس کی دھوپ عالمگیر ہو رہی ہے۔ سورج اور دھوپ میں کیا فرق ہے چاند آسمان پر جلوہ افگن ہے۔ اس کی چاندنی چاروں طرف اوپر نیچے دائیں بائیں پھیلی ہوئی ہے۔ کیا چاند اور چاندنی۔ سورج اور دھوپ۔ سمندر اور اس کے بلبلے ایک ہی اصل اور نسل سے نہیں ہیں۔ برف ہے پانی ہے۔ بھاپ ہے۔ اسی طرح جب ہستی مطلق کا سمندر لہرا اٹھتا ہے تو ہزاروں ہی صورتوں میں اس کا پانی خوبصورتی کا تماشہ دکھانے لگ جاتا ہے۔ کہیں آب ہے۔ کہیں تاب ہے کہیں سراب ہے کہیں گرداب ہے۔ کہیں بوند ہے اور کہیں حباب ہے۔ کہیں کانٹے ہیں۔ کہیں گلاب ہے۔ کہیں پانی ہموار ہے۔ کہیں خطرہ گرداب ہے۔ کسی جگہ اس کی قلت ہے اور کسی جگہ سیلاب ہے۔ کونسی چیز ہے۔ جو پانی سے خالی ہے۔ اسی طرح وجود نمود اور شہود سب کے سب اسی اصلی منظر کے مظہر ہیں جسے سنت رادھاسوامی کہتے ہیں۔ اور عوام پرم تتو کا نام دیتے ہیں۔

ست پرش رادھاسوامی دیال کا عالم اظہار میں ظہور ہوا۔ انہوں نے

ظاہر ہوکر ہم کو کیا نام دیا۔ "رادھا سوامی"۔ وہ خود رادھا سوامی تھے تب ہی تو انہوں نے رادھا سوامی نام بتایا۔ وہ خود رادھا سوامی تھے تب ہی تو انہوں نے رادھا سوامی رُوپ دکھایا۔ جو جیسا ہوتا ہے ویسا ہی دکھاتا ہے۔ رادھا سوامی نام مکمل ہے۔ اس مکمل نام میں اس کے کمال کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔

ہم چاہتے تھے کہ اس شبد کی ایک ایک کڑی کی تشریح کر دیں لیکن طوالت ہوگی اس لئے رُک جاتے ہیں۔ ورنہ یہہ شبد بطور خود خیال کے رگوں کو بے حد و حساب حرکت دینے والا ہے۔ اس کے پڑھنے اور سننے سے وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ جو مزہ اصل میں ہے وہ نقل میں نہیں آسکتا ہے جو لطف نظم میں ہے۔ وہ نثر میں کہاں ملتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے طور پر صرف مطلب سے مطلب رکھتے ہوئے اس کے خلاصہ کو یہاں درج کرتے ہیں۔ اور اپنے پڑھنے والوں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ بڑی پوتھی کو سامنے رکھکر پہلے شبد کو پڑھ لیں۔ پھر اس عبارت پر سرسری نظر ڈالیں کیونکہ وہ مکمل ہے اور مفصّل ہے۔

رادھا سوامی دیال نے رادھا سوامی دھام کو معراج تمنا قرار دیا ہے رادھا سوامی دیال نے جو پرمارتھ کا کھیل کھلایا ہے۔ وہ کھیل سب کا سب رادھا سوامی ہی ہے۔ رادھا سوامی دیال نے جو عرس۔ وصال اور میلاپ کا شوق دلایا ہے۔ وہ رادھا سوامی ہی ہے۔ رادھا سوامی دیال نے جو پنتھ چلایا ہے۔ وہ رادھا سوامی ہی ہے۔ خدمت۔ صحبت۔ برکت راز و نیاز

یا معراج جو کچھ بھی ہے وہ رادھا سوامی کی رعایت سے خالی نہیں ہے۔ رادھا سوامی اگر ایک طرف موصوف ہے تو دوسری طرف وہ اپنی آپ صفت ہے صفت موصوف سے الگ نہیں رہتی۔ اور نہ موصوف کسی حالت میں صفت سے علیحدہ ہو کر رہ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے رادھا سوامی کی مداحت سرائی اور رادھا سوامی کی عظمت کا بیان خود رادھا سوامی دیال ہی نے کیا ہے۔ جو نور ہے۔ وہ رادھا سوامی ہے۔ اور جو نورانیت ہے وہ رادھا سوامی ہے۔ اگر رادھا سوامی شبد ہے تو رادھا سوامی ہی سُرت بھی ہے۔ اگر رادھا سوامی دُھن ہے۔ تو رادھا سوامی ہی اس دھن کی الاپ بھی ہے۔ سار بچن رادھا سوامی نظم (بڑی پوتھی) کہتی ہے۔

رادھا سوامی بھان۔ کرن رادھا سوامی

رادھا سوامی سندھ۔ بند رادھا سوامی

رادھا سوامی چندر۔ کلا رادھا سوامی

رادھا سوامی گگن۔ گھرا رادھا سوامی

بھولے بھالے ست سنگی بھائیو! تم کس پنتھ کے رگڑے جھگڑے میں ناحق گرفتار ہو گئے۔ رادھا سوامی پنتھ پریم مارگ ہے۔ مذہب عشق ہے۔ سب کے ساتھ پریم اور محبت کا برتاؤ کیا کرو۔

وہی زمین ہے۔ وہی آسمان کی صورت ہے
وہی ہوا ہے۔ وہی آپ اس کی نزہت ہے
اگر ہے آگ تو۔ محرو ریت اسی کی ہے
اگر سُرور ہے۔ مسرو ریت اسی کی ہے

وہی ہے تین وہی پانچ چار ہوتا ہے
وہی کبار ہے اور وہ صفا رہوتا ہے
وہی احد ہے۔ اسی میں ہے حمد کی بھی شان
وہی ہے کل تو وہی۔ جزکی بھی ہے رُوح رواں
وہی ہے سات وہی بیس دس کا مظہر ہے
وہی نظارہ ہے منظور آپ منظر ہے
کہیں ہوا وہی ناسوت اور کہیں ملکوت
وہی ہے ہوت اگر تو وہی ہوا لاہوت
وہی ہے "ہو" تو وہی خق کی شکل ظاہر ہے
وہی اگر ہوا اندر۔ وہی تو باہر ہے
کہیں ہے اُوم کہیں ہوگیا وہی سوہنگ
کہیں الکھ ہے کہیں ہے اگم کا وہ ہمرنگ
وہی وراٹ بنا اور وہی ہوا اونکار
کہیں ہے ست کہیں۔ آپ ہے وہ رارفسکار
ظہور اُس کا ہے۔ ہر چہار سمت دنیا میں
اگر ہے دنیا میں رہتا وہی ہے عقبیٰ میں
وہ رادھا سوامی ہوا۔ رادھا سوامی بن آیا
کمال صورت وسیرت کا سب کو دکھلایا

پریم پیار اور محبت رادھا سوامی مت ہے۔ وہی فرش ہے

وہی کرسی ہے اور وہی کرسی نشین ہے۔ سب کی ابتداء سب کا انجام وہ آپ ہے۔ جتنے رنگ ہیں سب اسی کے ہیں۔ جتنی صورتیں ہیں سب کی اندر وہی روحِ رواں بن کر چمک رہا ہے۔ اس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ آپ اپنا سونہ پرمان ہے۔ ایسی حالت میں ہم کس کو دیکھیں جب وہ نظر میں کھب جاتا ہے۔ ہر جگہ وہی نظر آنے لگتا ہے۔ اور اسی کا ہر چہار طرف نظارہ ہے۔

ست سنگیو! پوتھی کو ذرا سمجھ بوجھ کر پڑھا کرو۔ تم دنیا میں اس واسطے نہیں آئے ہو۔ کہ مذہبی لعن طعن کی صدا سے لوگوں کا دل دکھایا کرو۔ دلازاری کے مجرم کیوں بنتے ہو۔ سوچ سمجھ سے کام لو۔

یہہ معراج تمنا ہے۔ یہی آدرش ہے۔ چاہے اُسے ادوّیت واد کہو چاہے ایکتو واد کہو۔ غرض کہ جو کچھ ہے۔ وہی ہے۔ ایک دفعہ اچھی طرح سے سمجھ لو۔ پھر بار بار سمجھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ہم تو رادھا سوامی نام رات دن گاتے رہتے ہیں جو پاس آتے ہیں۔ اُن کو بھی رادھا سوامی نام سناتے ہیں۔ اور جو دور رہ کر ہمارے لئے پھر کو بڑتے رہتے ہیں اسی کا پیغام ان کے کانوں تک پہونچاتے رہتے ہیں۔ اور بس!

نظم

جہاں آنکھ کھولی۔ وہیں تجھ کو پایا
کہیں جوت تھا تو۔ کہیں تھا تو چھایا

کمل ہے کمل کا بنا رُوپ تجھ سے
ہُوا مکھیؔ اور باس تو سے لینے آیا
یوں ہے آکاش آگ مٹی ہے پانی
تو سب کچھ ہے اور سب میں رہتا ہے چھایا
کہیں ہو کے پرگٹ دیا سب کو درشن
کہیں چھُپ گیا چھُپ کے چھپی کو چھپایا
چھُپا آگ کے رُوپ چکمک میں بیٹھا
ہری مہندی میں لالی کا رنگ لایا
جدھر دیکھتا ہوں تجھے دیکھتا ہوں
میری درشٹی میں آپ تو برہم مایا
دیا رادھا سوامی کی مجھ پر ہوئی اب
پرم سنت اوتار دھر کر چتایا

پانچواں بچن

مذہب عشق میں زکوٰۃ کا مسئلہ

"ست گورو شرن گہو میرے پیارے۔ کرم جگات چکائے" (زکوٰۃ)

حضور معلیٰ مقدس ہدایت فرماتے ہیں۔ اے عزیز! اپنے کرموں کی زکوٰۃ دیتے ہوئے گورو کی پناہ اختیار کرو۔ اگر ایسا نہیں کرتے ہو تو پھر گورو کا دامن پکڑنا بے سود ہے۔ اگر تم سوچتے ہو تو اپنے سوچ وچار کی زکوٰۃ پہلے گورو کو دیکر تب تم سوچو وچارو۔ اگر تم بولتے ہو تو اپنی گفتگو کی زکوٰۃ کو دیکر تب زبان کھولنے کی جرات کرو۔ اگر تم کام کرتے ہو تو کرم کی زکوٰۃ گورو کے حوالے کر کے تب اپنے کرم کی طرف دھیان دو۔ اس وقت سپھلتا ملیگی۔

بغیر زکوٰۃ دئے ہوئے نہ کسی بات کا خیال کرو۔ نہ کوئی گفتگو زبان سے نکالو۔ اور نہ کسی قسم کے عمل شغل سے تعلق رکھو۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوگا۔ کہ من بچن اور کرم تمہارے قابو میں رہیں گے۔ بلا گورو کے ارپن کئے ہوئے سوچنے

بولنے اور کرم کرنے کی عادت کو ترک کر دو۔

غرور، خودی اور اہنکار نہایت زبردست دشمن ہیں۔ ان کا مارا ہوا آدمی ہمیشہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اور وہ اصلی زندگی کا حق دار تک نہیں ہوتا۔ وہ زندہ رہتا ہوا مردہ ہے۔ اور اس کی حیثیت جڑ پدارتھ یا مادیت کی ہو جاتی ہے۔

زکوٰۃ کہتے ہیں دان کو اور زکوٰۃ کہتے ہیں خیرات کو۔ اگر تم مریدی کے حلقہ میں آتے ہو۔ تو خیال قول اور فعل کو گورو کے ماتحت رکھ کر خواہ ان کے ارپن کرتے ہوئے تب اپنے کام میں لگو۔ پھر یہ کرم تمہارے لئے کبھی دکھدائی نہ ہوں گے اور اس طرح کرم کی زکوٰۃ دیتے ہو۔ تم کبھی کرم کے لپیٹ میں نہ آسکو گے۔

تم جو سوچتے ہو اپنے طور پر سوچتے ہو۔ اپنے لئے اور اپنی غرض کے لئے سوچتے ہو۔ تم جو بولتے ہو۔ اپنے لئے اپنے واسطے اور اپنی غرض کے لئے بولتے ہو۔ تم جو کرتے ہو۔ اپنے لئے۔ اپنے واسطے اور اپنی غرض کی نظر سے کرتے ہو۔ جو شخص کرتا دھرتا بن کر کام کریگا۔ کیسے ممکن ہے کہ وہ کرم کے پیچھے یا جزا اور سزا کے قانون پر غالب آسکے گا۔ اور اگر تم گورو کے نام پر اپنا سب کچھ گورو کے ارپن کرتے ہوئے کرم کرتے ہو تو پھر تم اس کے لئے ذمہ دار نہیں رہو گے تمہارا گورو ذمہ دار ہے۔ تم آزاد رہو گے۔ ممکن ہے تعلقات کے قید و بندکی زنجیریں کھڑکھڑاتی ہوئی آئیں لیکن وہ تمہارے باندھنے اور گرفتار کرنے میں کمزور ثابت ہوں گی۔

جو کریگا وہ بھریگا۔ جو کہیگا وہ سنے گا۔ اور جو جیسا سوچیگا ویسا بنے گا۔

میاں! تم نے مُرشد پرستی کو مذاق سمجھ رکھا ہے۔ یا تو گورُو کے ہو کر رہو۔ پھر دیکھو کس طرح دیا آتی ہے۔ یا اس کے تعلق کو چھوڑ دو۔ ادھر یا ادھر۔ گورُو کب کہتا ہے کہ تم میرے ہو کر رہو۔ اس تعلق کے پسند کرنے والے تم آپ ہو۔ اگر تم دروازہ پکڑتے ہو تو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔

"درے کہ گیر مستحکم گیر"

جو غرور کے نشہ میں چُور ہو کر کام کریگا۔ کیسے ممکن ہے کہ وہ کرم کے بندھن میں نہ آئے۔ اس کرم کو گورُو کے ارپن کیوں نہیں کرتے۔ پھر دیکھو کس طرح فرحت اور مسرّت کی زندگی تمہارے حصّہ میں آتی ہے۔ تم نے سنتوں کے طریق کو مخول سمجھ رکھا ہے۔ گورو کا اپمان کرتے ہو اور مضحکہ اڑاتے ہو۔ جب دیکھو تب بیکار کام کرتے رہتے ہو۔ اور جب دیکھو تب فضول وسوسات اور گناہوں اپنے دل میں اٹھاتے رہتے ہو۔ اور جب دیکھو تب غرور کے کام کاج میں پھنسے رہتے ہو۔ آپ ہی بتاؤ۔ گورُو کی تو تم کو ذرا بھی پرواہ نہیں ہے پھر تم کو مدد ملے تو کس طرح ملے۔ اگر وہ لوگوں کے دل میں تو کس طرح ہیں۔ تم اپنی خودی خودنمائی اور خودپسندی کا تماشہ دنیا کو دکھا رہے ہو۔ دنیا اس تماشہ کو دیکھ رہی ہے۔ اور گورُو بھی الگ تھلگ رہتا ہوا تمہارے تماشے کو دیکھا رہتا ہے اور خیال کیا کرتا ہے کہ اچھا ہے چلنے دو۔ کبھی نہ کبھی یہہ راستہ پر آہی جائیگا اس میں گھبراہٹ کی کونسی بات ہے۔ اسے بے چینی نہیں ہے اس میں اضطراب نہیں ہے۔ یہہ تمہارا فرض ہے۔ کہ تم اپنے آپ کو روزانہ ست سنگ کے بچن سنتے ہوئے سدھارتے سنوارتے اور سنکارتے ہوئے چلے چلو سنوارس

کا کوڑھ ایک دن میں نہیں جاتا۔ وہ تو جب جائیگا آہستہ آہستہ ہی جائیگا تم اگر گورو کو اپنے کرموں کی زکوٰۃ دیتے ہوئے چلتے ہو اور ساتھ ہی غلطیاں بھی کرتے ہو۔ تو کچھ مضایقہ نہیں ہے گرتے پڑتے ہوئے تم کبھی نہ کبھی راستہ پر آہی جاؤ گے۔ جو گورو کا سہارا چھوڑ کر اپنے زعم میں اپنے آپ کو مٹھانے ہوئے چلتے ہیں۔ وہ تو اپنا یا گیا نہیں۔ پھر اسے مدد کا استحقاق کس طرح حاصل ہوگا۔

تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے۔ تنکے کو پکڑ کر گرتا ہوا آدمی اوپر چڑھ جاتا ہے۔ ایک بہتی ہوئی لکڑی کو پکڑ کر اس کے سہارے دریا پار کر جاتا ہے۔ یہاں تو گورو کا سہارا نہایت زبردست اور طاقتور ہے۔ لیکن سوال یہہ ہے کہ تم نے سہارا لیا بھی ہے۔ یا نہیں لیا ہے۔ زبانی جمع خرچ کی ضرورت نہیں ہے۔ گورو کے ست سنگ میں بھی آکر زبان پر لگام نہیں ہے۔ اور دل کو عبودیت کے شکنجے میں نہیں کھینچا گیا ہے تو تم آپ فیصلہ کرو۔ کہ تمہارے اندر کونسا جذبہ منہ زور ہے۔ کون سا کام کر رہا ہے اور کیا بھکا رہا ہے۔

روایت ہے دُرباسا رشی دریا میں نہا رہے تھے۔ ان کی لنگوٹی بہہ گئی۔ وہ شرم اور حجاب سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ دُروپدی جو کرشن کی بھگتی تھی ان کی شرم ساری کی حالت کو بھانپ گئی۔ اور اسی وقت اس نے اپنی چیر کا ٹکڑا پھاڑ کر شن کے نام پر ان کی طرف پھینک دیا۔ وہ اُسے کمر سے باندھ کر باہر نکل آئے۔ یہہ زکوٰۃ دینے کی مثال ہے۔ محتاجوں کی خبر لو۔ بےکسوں کی گورو کے نام پر مدد کرو۔ کمزوروں کو نہ ستاؤ۔ سب سے پہلے یہہ خیال کر لو کہ آیا اس ستانے میں تمہارا گورو شریک ہے یا نہیں ہے۔ وہ شریک ہو یا نہ ہو۔ تم

زکوٰۃ کے سلسلہ کو برابر جاری رکھو۔ خود بخود تمہاری روک تھام ہو جائے گی

جس وقت بھری ہوئی سبھا میں دوشاسن دروپدی کی چیر کھینچنے لگا۔ اور اُسے ننگی کرنا چاہا آسمان پر گوروکی چمکتی ہوئی تصویر نظر آئی۔ وہ جس قدر چیر کھینچتا جاتا تھا۔ اس قدر چیر مسلسل بڑھتی ہوئی طولانی ہوتی گئی۔ اور وہ اُسے برہنہ اور بے آبرو نہیں کر سکی۔ یہہ زکوٰۃ دینے کا نتیجہ ہے۔

کرن دانی تھا۔ سخی تھا۔ صاحب کرم تھا۔ ایک مرتبہ اس نے دیکھا کہ کوئی کُتا پیاس کی شدت کی وجہ سے زبان کھولے ہوئے تڑپ رہا تھا۔ اور مرنے کے قریب تھا۔ رحم دل کرن نے سر سے اپنی مکٹ اُتاری اور دھوتی کی رسی بنا کر کنوئیں سے پانی کھینچا۔ اس نے یہہ خیال نہیں کیا کہ اس کا مکٹ خراب ہو جائیگا۔ زکوٰۃ کے خیال سے اس نے مکٹ کی ڈولچی بنائی۔ اور پانی نکال کر کتے کو پلایا۔ اس زکوٰۃ کا یہہ نتیجہ ہوا کہ وہ غریب کا لڑکا ہوتا ہوا بھی دولتمندوں کے زمرے میں رہ کر سب سے زیادہ دانی مشہور ہوا اور اس دان کے معاملہ میں یدھشٹر وغیرہ راجے اس کی گرد کو نہیں پہونچتے تھے۔ اس نے بڑی عزت اور آبرو پیدا کی۔ تم کو معلوم ہوگا کہ یہہ کرن کنتی کا لڑکا تھا۔ جو شادی ہونے سے پہلے پیدا ہو گیا تھا۔ کنتی نے شرم کی وجہ سے اس کو جنگل میں پھینک دیا تھا۔ تا کہ کوئی جانور کھا جائے۔ اور وہ بے آبروئی سے بچ جائے۔ لیکن زندگی باقی تھی۔ وہ بچ گیا۔ اور آخر میں دریودھن کی فوج کا جرنیل۔ جانباز اور شجاع سپہ سالار ہو گیا۔ جس کی تیر اندازی کا مقابلہ ارجن کے لئے بھی مشکل ہو گیا تھا۔ جس وقت وہ تیر بازی کرتا تھا۔ مہابھارت

اپنی عبارت میں کہتی ہے کہ کرشن باوجودیکہ تین تہ لوکیوں کا بوجھ لیئے ہوئے رتھ پر سوار تھے لیکن وہ رتھ جو جنوں اچھل جاتا تھا۔ اس لئے زکوٰۃ میں بڑی طاقت ہے۔

گورُو کہتے ہیں رحم اور کرم کو۔ گورُو کہتے ہیں فضل اور برکت کو۔ گورو کہتے ہیں محبت اور الفت کو۔ گورُو کے ہزاروں اور لاکھوں نام ہیں۔ جس کے دل میں محبت ہے وہ گورُومت میں ہے۔ جس کے اندر ہمدردی ہے وہ گورُو کا سیشہ ہے۔ جو ہر موقع پر اپنے جذبات کو گورُو کے ماتحت رکھ کر کام کریگا وہ کبھی خطا نہیں کھائیگا۔ بلکہ یہہ رحم دنیا قدم قدم پر قدمبوسی ہوتی ہوئی اس کے لئے کامیابی کا دروازہ کھولتی ہوئی چلی جائے گی۔ اور وہ دین اور دنیا میں سرخرو ہوگا۔ لیکن جو لوگ اپنے زعم میں اکڑے ہوئے گورو کے نام کو بلائے طاق رکھ کر خودی کے سلسلہ میں کام کرتے ہیں۔ اُن کا تو خدا ہی حافظ ہے

سبکتگین ایک غلام تھا۔ ایک دن گھوڑے پر سوار ہوکر جنگل میں چلا جارہا تھا۔ راہ میں ایک ہرنی ملی جو اپنے نوزائیدہ بچے کو دودھ پلا رہی تھی اسے دیکھ کر گھبرا گئی۔ سبکتگین نے بچہ کو اُٹھا لیا اور گھوڑے پر بیٹھا کر اپنے راستہ پر لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھا کہ ہرنی روتی ہوئی گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلتی آرہی ہے۔ اس کو رحم آیا (یہہ رحم گورُو تھا) وہ گھوڑے سے اتر کر ہرنی کے بچہ کو نیچے رکھدیا۔ اور بے زبان حیوان سے مخاطب ہوکر بولا۔ اے ہرنی! میں نے تجھ پر ظلم کیا تھا۔ میں تیرا بچہ چھین لیا تھا۔ تجھے تکلیف ہوئی۔ لے اپنا بچہ لے لے۔ میرے قصوروں کو معاف کردے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ انسان

کی طرح حیوانوں میں بھی اپنے بچوں کی اُلفت ہوتی ہے ۔ یہہ کہا اور اپنا راستہ لیا۔ اس نیک کام کی وجہ سے اسی روز اس کا دل بہت ہی خوش تھا۔ جب رات کو سویا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے ۔ خدا کے فرشتے آئے ہوئے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔ اے سبکتگین آج تو نے بے کس ہرنی کو اپنی محبت کی زکوٰۃ دی ہے۔ خدا تجھ سے خوش ہے ۔ اور وہ تجھے اس کے سلسلہ میں دنیا کی بادشاہی عطا کریگا۔ کچھ دنوں کے بعد یہہ شخص سچ مچ بادشاہ بن گیا۔ محمود غزنوی اسی سبکتگین کا لڑکا تھا جس نے اٹھارہ مرتبہ ہندوستان پر حملے کئے تھے۔

ہمارے ملک کے جنوبی حصہ میں حیدرآباد دکن ایک ریاست ہے ۔ وہاں پر ایک بزرگ ہوئے ہیں ۔ جن کا نام مہاراجہ چندو لال تھا۔ یہہ ایک معمولی درجہ کے عرائض نویس تھے ۔ اور چار مینار کے نیچے بیٹھ کر عرضیاں لکھا کرتے تھے۔ وہی ان کی روزی کی صورت تھی لیکن اسی وقت سے ان کو زکوٰۃ دینے کی ایسی زبردست دھت پڑ گئی تھی ۔ کہ عرائض نویسی میں جو کچھ ملتا تھا اس کی بیشتر حصہ زکوٰۃ کو دیتے تھے۔ آخر میں یہہ حیدرآباد ریاست کے وزیر اعظم ہو گئے مہاراجہ کا خطاب ملا ۔ لیکن زکوٰۃ دینے کی عادت کبھی نہیں چھوڑی ۔ اور مزہ کی بات یہہ ہے کہ ان کی زندگی جیسے پہلے سیدھی سادھی تھی آخر تک بھی سیدھی سادھی ہی رہی ۔ یہہ اور ان کی بیوی دونوں چٹائی پر سوتے تھے اور پانی پینے کے لئے ایک مٹی کا کٹورہ چھوڑ رکھا تھا۔ پندرہ ہزار تنخواہ ملتی تھی ۔ سب زکوٰۃ میں جاتی تھی ۔ لاکھوں روپیہ کی جاگیر عطا ہوئی اس کا بیشتر حصہ بھی خیرات کر دیا کرتے تھے ۔ منتھنی ۔ املواڑہ ۔ دھرمپوری وغیرہ

کتنے گاؤں ہیں جو اسی بزرگ نے برہمنوں کو دان دے رکھا ہے۔ مسلمانی ریاست میں رہتے ہوئے بھی ان کے داد و دہش کی یہہ کیفیت تھی کہ ہر جگہ مندروں کے گزارے کے لئے انعامات دے رکھے تھے۔ سارا حیدرآباد انعامات سے بھرا پڑا ہے۔ انہوں نے ایک مخصوص جگہ مقرر کر رکھی تھی جس کا نام چندو لال کا بیلہ ہے۔ وہاں وہ پوجا پاٹ کرنے کے بعد روزانہ بیٹھتے تھے جو آیا زکوٰۃ لے گیا۔ جب ان کی سواری نکلتی تھی۔ لاکھوں بھکاری فقیر جمع ہو جاتے تھے۔ اور یہہ ہاتھی کے ہودے پر بیٹھے ہوئے دونوں مٹھوں سے روپے اور اشرفیوں کی بارش کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس ہندو اور مسلمانوں کی تمیز نہیں تھی۔ لوگوں نے بارہا شکایتیں کیں کہ ممالک محروسہ کی ساری دولت لٹائی جا رہی ہے۔ ایک مرتبہ اسی الزام میں قید بھی ہوئے لیکن قید میں ہوتے ہوئے بھی ہزاروں کی بھیڑ کھڑکی کے سامنے اکٹھا رہتی تھی اور کیا جانے کہاں سے یہہ آہنی سلاخوں کی راہ سے روپیوں اور اشرفیوں کو باہر پھینکا کرتے تھے۔ نظام نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ اے نظام! تو غافل نہ ہو۔ تیرا خزانہ سارا چندو لال کی طرف چلا جا رہا ہے۔ اسے چھوڑ دے۔ اور اسے منصب پر ممتاز کر دے۔ ورنہ تجھے افسوس کا ہاتھ ملنا پڑیگا۔ وہ پھر وزیر اعظم بنائے گئے۔ لیکن زکوٰۃ کی عادت کبھی نہیں چھوڑی اس زکوٰۃ دینے کا نتیجہ یہہ ہوا کہ حیدرآباد اب تو نظام کا حیدرآباد کہلاتا ہے۔ لیکن اس زمانے میں وہ چندو لال کا حیدرآباد مشہور تھا۔ نہایت اعزاز اور اکرام کے ساتھ اس نے وزارت کی۔ سات ہزار وظائف

مقرر ہوئے۔خانہ نشین ہو گئے۔لیکن یہہ سات ہزار کے سات ہزار زکواۃ میں جاتے تھے۔اس زکواۃ کی عادت نے انھیں نہایت اعلیٰ درجہ کا ضمیر بنادیا۔سات ہزار تقسیم ہونے کے بعد یہ ہفتوں بھوکے رہتے تھے۔اس لئے کئی اقساط میں ان کو وظیفہ ملتا تھا۔مگر پھر بھی سخی کا دروازہ محتاج اور مساکین کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا یہہ مرگئے۔چتا پر لاش جلائی گئی۔ساری لاش تو جل کر خاک ہو گئی۔لیکن داہنا ہاتھ جو خیرات کا ہاتھ تھا۔گھنٹوں لکڑیوں کے انبار سے جلائے جانے پر بھی نہیں جلا۔یہہ عجیب و غریب بات تھی۔ان کی بیوی بھی انھیں کی طرح خیر تھی یہہ روپے اور اشرفیوں کا دان دیا کرتے تھے۔ان کی بیوی ان کا دان دیا کرتی تھی کہنے والے کہتے ہیں کہ آپ کے جسم پر معمولی سفید ساڑی رہتی تھی۔اور زیوروں میں صرف ایک ننھہ ناک میں پڑی رہتی تھی۔یہہ زکواۃ کی برکت ہے۔

میں اپنے ست سنگیوں سے کہتا ہوں۔کہ دونوں وقت اپنے کھانے میں سے ایک مٹھی آٹا یا چاول نکال کر خیرات کی غرض سے علٰحدہ رکھدیا کرو۔لیکن کتنے ست سنگی ہیں جنھوں نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے۔اور پھر بھی وہ گورو کے سیوک کہلانے کے دعویدار ہوتے ہیں۔

لینے کو ست نام ہے۔دینے کو آن دان

تر نے کو ہے دینتا۔بوڑھن کو ابھمان

مذاہب عشق میں زکوٰۃ کا مسئلہ (مسلسل)

"ست گورو تہرن گھو میرے پیارے۔ کرم جگات چکائے"

کہتے ہیں گورو کو تن من۔ دھن سب کچھ ارپن کرو۔ اس ارپن کرنے کا نام زکوٰۃ ہے لیکن یہہ زکوٰۃ کس طرح پر ادا کی جائے۔ یہہ ایک ایسا مشکل سوال ہے جو معمولی ذہانت کا آدمی کسی طرح سے سمجھ نہیں سکتا۔ لوگ غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ گورو ائی بھی ایک قسم کا پیشہ ہے۔ گورو اپنے مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر چیلوں کے دھن دولت کو لوٹنا چاہتا ہے اور لوگ اسی غلط خیال میں پڑ کر رات دن گورو ڈم کا کھنڈن کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کم از کم ست سنگیوں کو یہہ مسئلہ اچھی طرح سے حل کر کے سمجھا دیا جائے۔ تا کہ ان کے دل میں کسی قسم کا شک و شبہہ باقی نہ رہے۔

گورو جو اپنے چیلے کے مقبوضات پر نگاہ رکھتا ہے۔ وہ گورو نہیں ہے چیلا جو گورو کو دھن دولت بڑھنے والا خیال کرتا ہے۔ وہ چیلا نہیں ہے۔ پیری اور مریدی اصل میں دلی تادیب اور تربیت کا ایک طریقہ ہے جس کے بغیر روحانیت کا مضمون بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک تندرستی ہزار نعمت ہے۔ اس میں شک نہیں۔ لیکن ایک دل درستی لاکھ نعمت ہے۔ اگر دل درست ہو جائے۔ تو تن یوں ہی خود بخود درست ہو جائیگا۔ تندرستی کے لئے مختلف قسم کے شغل ابھیاس ورزش اور کھیل کود کرنے پڑتے ہیں اور خاص قسم کی غذا کا انتظام مدنظر رہتا ہے۔ دل درستی کے لئے صرف مرشد کی صحبت سیوا خدمت اور اس کے تصور کا خیال رکھنا ضروری ہے اور اسی کے موافق اپنی زندگی بنانا بھی لازمی شرط ہے۔ اصل میں یہاں نہ کچھ لینا ہے اور نہ کچھ دینا ہے۔ اگر لینا ہوگا تو شاگرد ہی لیتا ہوگا۔ اور اگر دینا ہوگا تو گورو ہی دیتا ہوگا۔

گورو کپٹی اور لالچی چیلا
دونوں نرک میں ڈھکیلم ڈھکیلا
گورو لالچی اور کپٹی چیلا
نرک کنڈ کے دونوں ڈھیلا

سورج کو تم کیا دیتے ہو۔ سورج کی روشنی چاروں طرف پھیلی رہتی ہے۔ اس روشنی کا فائدہ تمہیں ہوتا ہے یا سورج کو ہوتا ہے اسی طرح گورو کی ذات کے ارد گرد ایک قسم کا روحانی

منڈل بن جاتا ہے۔ اس روحانی منڈل میں جانے سے تمہارا فائدہ ہوتا ہے یا گورو کا فائدہ ہوتا ہے۔ تم پانی میں نہاتے ہو۔ اپنا میل اتار آتے ہو۔ یا پانی کا میل اپنے بدن پر تھوپتے ہو چونکہ کال کی رچنا میں معاوضہ کا قانون قدم قدم پر کام کرتا ہے۔ اس لئے رات میں چراغ کے روشن کرنے کے لئے لوگ تیل بتی کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔ تالاب میں نہانے کے لئے ان کو تھوڑی سی مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ اس کو تم چاہے۔ معاوضہ کہو یا زکوٰۃ کہو۔ تم کو اختیار ہے۔ اس کے سواء اور کچھ نہیں ہے۔

سب سے پہلی زکوٰۃ جو چیلے کو دینی پڑتی ہے۔ وہ اس کی عقیدت مندی ہے۔ اسی عقیدت مندی کا دوسرا نام اعتقاد اور وشواش ہے اس اعتقاد اور وشواش سے چیلے کی قوتِ ارادی کی بنیاد پڑتی ہے۔ اور گورو کا تصور اس بنیاد کے لئے کنکریٹ ثابت ہوتا ہے۔ اور جب بنیاد پڑ جاتی ہے تب دیوار بنتی ہے۔ چھت پڑتی ہے۔ اور مکان بن جاتا ہے۔ اس کے اندر آرام سے رہنے کا موقع ملتا ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے۔ اگر سیشنہ نے اپنی عقیدت مندی کی زکوٰۃ دی اور وہ زکوٰۃ سچّے دل سے دی گئی۔ تو تم سمجھ لو کہ آسائش اور آرام کے مکان بننے میں کوئی دقت واقع نہیں ہوگی اور اس میں رہنے والے کی زندگی خوشنما ہو جائے گی۔

اب غور کر کے دیکھو۔ کہ فائدہ اصل میں کس کو ہو رہا ہے۔ تم میں سے ہر ایک شخص خوش رہنا چاہتا ہے۔ اور خوشی سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس تھوڑی سی زکوٰۃ کے دینے میں اتنی بڑی قیمتی دولت ہاتھ آجاتی ہے۔

تو اس کا معاوضہ کون دے سکتا ہے۔ اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ لیکن صحیح بات تو یہہ ہے کہ اس زکوٰۃ کے دیتے ہوئے بھی سب کی جان نکلتی ہے۔

میں کہتا ہوں۔ گورو کو تن من دھن سب ارپن کرو۔ میرے الفاظ سیدھے سادے ہیں۔ لیکن اس ارپن کرنے کے مضمون کو پہلے اچھی طرح سے سمجھ لو۔ میرے ست سنگی بھائیوں میں سے ایک لالہ بالمکند صاحب نگینہ صوفہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے ایک رشتہ دار تحصیل کھیر میں رہتے ہیں۔ ان کی حالت کیا تھی مجھے پتہ نہیں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ دولت ہاتھ سے کھسکی چلی جارہی ہے تب انہوں نے ایک مندر بنوایا۔ اس میں ٹھاکر جی کو استھاپت کیا خود اور اپنی تمام جائداد اس کے لئے وقف کر دی۔ دیدہ دانستہ تن من دھن سب ارپن کرکے وہ ٹھاکر جی کے ہو رہے۔ بچی کھچی جائداد میں سے وہ ٹھاکر جی کو بھوگ لگا کر اس کے پرشاد پر گزران کرتے تھے۔ وہ لین دین کا کام کیا کرتے تھے۔ اور شائد زمینداری بھی تھی۔ لیکن سب کچھ مندر کے نام پر وقف تھی۔ اپنی ذات کی انانیت اور اہم بھاؤ کو دخل نہیں کرنے تھے۔ جب ضرورت پڑتی مندر کی آمدنی کو پرشاد کے طور پر لیکر اپنا کام کر لیتے تھے۔ اور خوش گزران تھے۔ اب سوچو اس مندر یا ٹھاکر جی نے کیا لیا۔ جو کچھ مال متاع تھا سب ان ہی کا تھا۔ صرف کہنے سننے کی بات تھی۔ ایک مرتبہ یہہ مجھ سے ملنے کے لئے دیال باغ میں آئے۔ آدمی بڑے سیدھے سادے تھے طبیعت میں نرم مزاجی بہت تھی۔

اور صورت شکل سے ملاحیت رسنی تھی۔ اس ارین کرنے کے مضمون نے
ان کو حد درجہ کا بھولا بھالا بنا دیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ آپ کس طرح سے
کام کرتے ہیں۔ جواب دیا۔ جب کوئی قرض خواہ آتا ہے۔ میں اسے یہہ نہیں
کہتا کہ میں تجھے قرضہ دونگا۔ بلکہ مندر میں جاتا ہوں اور ٹھاکر جی سے خیالی
طور پر پوچھ کر اُسے قرضہ ادا کردے دیتا ہوں۔ اور اس طرح سے کاروبار
کیا کرتا ہوں۔ اس میں میرا کوئی بندھن نہیں ہے اور اسی طرح جب مجھے
گھر کے کام کاج کے لئے بھی ضرورت پڑتی ہے۔ میں اپنے طور پر کبھی رقم تصرف
میں نہیں لاتا ہوں۔ بلکہ ٹھاکر جی کے نام پر بھکاری بن کر مانگ لاتا ہوں
اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔

میں نے یہہ بات سن کر بہت خوش ہوگیا۔ اور گورو کو تن من دھن
ارپن کرنے کا مضمون میرے ذہن نشین ہوگیا۔ یہاں اس بات کا تذکرہ کرنا
خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جس وقت انہوں نے جائداد ٹھاکر جی کے نام وقف
کر دی تھی۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ مگر اس وقف کی تکمیل کے بعد یکے بعد
دیگرے سات لڑکے پیدا ہوئے۔ جو اب تک بقید حیات ہیں۔ پہلے لڑکے کی
پیدائش کے وقت ان کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔ دیکھو اس میں کس نے
دیا اور کس نے لیا۔ مورتی تو مورتی ہی ہے۔ وہ کیا کھاتی اور کیا پیتی ہے۔ فرق
صرف اتنا ہے کہ پتھر کی مورتی بولتی نہیں۔ پوچھنے اور جواب دینے کا کام بھی بھگت
کے خیال کے اوپر موقوف ہے۔ گورو کی مورتی جیتی مورتی ہے۔ وہ بولتی ہے سوال کا
جواب بھی دیتی ہے اس سے نسبتاً زیادہ تقویت ملنے کا موقع حاصل رہتا ہے اسلئے ست مت

میں جڑ مورتی کا سہارا چھوڑ کر صرف چیتن مورتی کا آسرا دیا جاتا ہے۔ بے زبانی کسی جگہ باز بانی لے لیتی ہے۔ جس سے سمجھانے بجھانے کا فائدہ ہو رہتا ہے دونوں ہی مورتی ہیں۔ اسی بات کا فیصلہ خود ہر شخص کر سکتا ہے کہ ان میں سے کون بہتر ہے۔ اس کے سواء اور کوئی بات نہیں ہے۔

ارپن کرنے کے مضمون میں اگر دینے والا ہے تو شاگردھی ہے۔ اور دوسرے معنی میں الٹ کر لینے والا ہی ہے تو شاگردھی ہے۔ یاد رکھو۔ اگر تم کسی کو نیک خیال دوگے۔ تو وہ نیک خیال لوٹ کر سوگنا فائدہ کے ساتھ اسی طرح تم کو ملیگا جس طرح کسان باجرہ کا ایک دانہ بو کر اس کے خوشہ سے سیکڑوں دانے حاصل کرتا ہے۔ اگر تم نیک خیال دیتے ہو تو اس کی بھی وہی کیفیت ہوگی۔ اس کا سوگنا پھل تم کو ملیگا۔ عقیدت مندی کا پھل بہت بڑا ہوتا ہے۔ سنسکرت کا مقولہ ہے۔ "وشواشم پھل دایکم" جو کچھ یہاں فائدہ ہوتا ہے۔ وہ صرف عقیدت مندی۔ شردھا اور وشواش کا پھل ہے۔ باقی سب کہنے سننے کی باتیں ہیں

پہلے داتا سکھ بھیا۔ جن تن من ارپا سیس
پیچھے داتا گورو بھئے۔ جن نام کیا بخشش
ست نام کے بیہرتے۔ دینے کو کچھ ناہنہ
کہاں لگ گورو سنتو شئے۔ ہوس رہی من ماہنہ
من دیا جن سب دیا۔ من کے سنگ شریر
اب دینے کو کیا رہا۔ یوں کتھ ہیں کبیر
من دیا تو بھل کیا۔ سر سے اترا بھار
جو کبھوں کہہ میں دیا۔ تو بہت سہیگا مار۔

تن من دیا تو کیا ہوا۔ نج من دیا نہ جائے
کہیں کبیر تا داس سے۔ کیسے من پتیائے
تن من دیا آپنا۔ نج من تا کے سنگ
کہیں کبیر نربھئے بھیا۔ سُن ست گوروپرسنگ
گوُرو مورتی گتی چند رماں۔ چاتزک جیت چکور
آٹھ پہر نرکھت رہے۔ گورُو مورت کی اور
گوُرو تو چند رکا رُوپ ہے۔ چیلا چیت چکور
کہیں کبیر گُورُو دیو بن نظر نہ آوے اور

یہہ زکوٰۃ کا مضمون ہے۔ اس کے سواء اور کچھ نہیں ہے۔ سمجھ میں آجائے تو اچھی بات ہے۔ نہ سمجھ میں آئے تو خیر سلا۔ یہہ زندگی کے سُدھارنے اور درست کرنے کی شرط یقینی تدبیر ہے۔ جو کبھی خطا نہیں کرتی۔ چیلے کی مُراد کی تیر ہمیشہ نشانہ پر بیٹھتا ہے اور کام بنا تا ہے۔

لگے ہاتھوں اس زکوٰۃ کے مضمون کو اور بھی اچھی طرح سے سمجھ لو۔ یہہ ایک تواریخی واقعہ ہے۔ اور تم اپنی تسلّی راجپوتانہ کے تواریخ سے کر سکتے ہو۔ باپا راول نہایت اوباش تشخص تھا۔ یہہ مہاراجہ رام چندرجی کی اولاد میں ہوا ہے۔ بیٹھی پور میں اس کے خاندان کی سلطنت تھی جس وقت سلطنت تباہ ہوگئی۔ یہہ بہت کم سن لڑکا تھا۔ جان کا خطرہ تھا اسلئے اس کی ماں اسے بھگا لائی اور وہ اہیروں کے درمیان رہ کر اپنے آپ کو اہیر اور باپا راول کو اہیہ بتایا۔ یہہ مویشیوں کے چرانے کا کام کیا کرتا تھا منجملہ

بڑا تھا۔ اور بہت ہی بے باک تھا۔ ایک موقع پر اس نے طفلانہ شرارت
کی وجہ سے کھیل کھیل میں اہیروں کی سو لڑکیوں کے ساتھ شادی کر لی۔ شادی
اور کچھ نہیں تھی۔ جھولے کے دن تھے۔ یہہ قوی اور شہ زور آدمی تھا۔ کنواری
لڑکیوں نے درخواست کی کہ درخت پر جھولے ڈال دو۔ اس مسخرے نے کہا
کہ تم درخت کے چاروں طرف میرے ساتھ کئی بار پھیرے پھرو تب میں
تمہیں جھولا ڈال دونگا۔ ناتجربہ کار لڑکیوں کو کیا سمجھ تھی۔ انہوں نے سمجھا
یہہ کھیل ہے۔ پھیرے پھیرے گئے۔ اور اس نے درخت پہ جھولا ڈال دیا۔
گاؤں میں جب یہہ خبر مشہور ہوئی کہ بابا راول نے نہایت بیجا کام
کیا ہے۔ اب ان لڑکیوں کی شادی کوئی نہیں کریگا۔ سب اس کی جان لینے
کی فکر میں ہوئے۔ ہندو ہمیشہ سے ضعیف الاعتقاد ہیں۔ اور لکیر کے فقیر ہیں
بابا راول کو اس کی ماں نے اور جگہ بھگا لے گئی۔ اور وہاں بھی یہہ چرواہے
کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ اتفاق کی بات اس کے گلے کی ایک گائے
ہمیشہ دوپہر کے وقت غائب ہو جاتی تھی۔ بابا فکرمند ہوا۔ کہ یہہ گائے
کہاں چلی جاتی ہے۔ اور وہ گھنٹوں روپوش رہ کر پھر کیسے شام کو واپس
آجاتی ہے۔ اس نے ایک دن گائے کا پیچھا کیا گائے ایک غار کے اندر گئی
وہاں کوئی سادھو رہتا تھا۔ اس کا نام اکلنگ ناتھ تھا۔ یہہ گائے روزانہ
غار میں جا کر اسے دودھ پلا آتی تھی۔ انسان اور حیوان کے درمیان اس
قسم کی محبت ہو گئی تھی۔ اور یہہ اس کا روزانہ کا معمول ہو گیا تھا۔ بابا نے
دیکھا۔ فقیر سے کہا میں ضرورت کے موافق روزانہ دودھ لا کر دے جایا کرونگا۔

مجھے اپنی شاگردی کا فخر بخشئے۔ فقیر خوش ہوا۔ اسے اپنا چیلا بنایا۔ اور وہ روزانہ اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی باتیں سنتا رہا۔ ایک دن سادھو نے کہا۔ بیٹے! میں یوگی ہوں۔ میرے دنیا سے کوچ کرنے کا وقت آگیا ہے۔ توکل علی الصباح میرے پاس آجانا۔ میں تجھ کو اپنا خاص اپدیش دونگا۔ اور تجھ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاؤنگا۔

دوسرے دن بابا کو صبح کی حاضری کا خیال نہیں رہا۔ اور وقت پر اس سادھو کے پاس نہیں پہونچے۔ فقیر آسن جمائے ہوئے بیٹھے بیٹھے اوپر آسمان کی طرف چڑھ چکا تھا۔ بابا کو دیکھ کر اس نے کہا۔ تو نے آنے میں دیر لگائی خیر میں تو جاتا ہوں۔ تو راجہ ہوگا۔ لیکن خبردار تو راجہ اپنے آپ کو نہ کہنا۔ اپنا خطاب رانا رکھنا یا جہارانا رکھنا۔ اپنے آپ کو میرا دیوان سمجھنا۔ اور مجھے ارپن کرتے ہوئے تب کوئی چیز اپنے کام میں لانا۔ بس تیرے لئے یہی ہدایت ہے تو اپنا منہ کھول دے تاکہ میں تیرے اوپر تھوک دوں۔ اور میری طاقت تیرے اندر سرایت کر جائے۔

بابا نے منہ کھولا۔ لیکن فقیر کا تھوک منہ پر نہیں گرا۔ اس کے بدن پر پڑ گیا۔ فقیر ہنسا۔ تیری قسمت میں فقیری نہیں بدی تھی ہے۔ امیری بدی ہے۔ میں تجھے اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا۔ خیر جو ہونا تھا۔ وہ تو ہو چکا۔ اب تیرا جسم بہت طاقتور رہے گا۔ جا! حکمرانی کر لیکن اس بات کو نہیں بھولنا کہ تو راجہ ہوتے ہوئے بھی میرا دیوان رہے گا۔ اور جہارانا کہلائیگا۔ تو جیسا ہے ویسا ہی رہ لیکن اس ارپن کرنے کے اصول کو کبھی نظر انداز کرنا تیرا بھلا ہوگا۔

بابا راول نے فقیر کو نمسکار کیا۔ اور وہ دم کے دم میں نظروں سے غائب ہو گیا۔ بابا کرشن بھگوان کی طرح بیر پرش تھا۔ اس نے بہت سی شادیاں کیں۔ اتفاق کی بات جب قاسم نامی خلیفہ ولید کے سپہ سالار نے اس ملک پر حملہ کیا تو اس نے اس کی لڑکی کے ساتھ شادی کر لی مگر مسلمان نہیں ہوا۔ نادان ہندوؤں نے یہہ فتویٰ دیدیا۔ کہ تو ہندو نہیں رہا۔ راجہ ہونے کو تو یہہ راجہ ہو گیا۔ لیکن ہندوؤں کے اس فتویٰ کو اس نے حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اپنے بیٹے کو گدی دے دی۔ اور وہ خراساں کی طرف چلا گیا وہاں پر اس نے بہت سی مسلمان عورتوں کو زوجیت میں قبول کیا۔ کابل وغیرہ کے پٹھان اسی کی اولاد کہلاتے ہیں۔ وہ وہیں پر مر گیا۔ اس کی ہندو اولاد اب تک مہارانا کہلاتی ہے۔ اور ہندوؤں کے درمیان یہہ سب سے اعلیٰ خاندان سمجھا جاتا ہے۔ اور اودے پور اس کی تخت گاہ ہے۔ اس نسل کے راجے مہارانا کہلاتے ہیں۔ اور اب تک اپنے آپ کو اکلنگ ناتھ کا دیوان سمجھتے ہیں۔

زکوٰۃ دینے کا یہہ مضمون میں نے اس طرح پر حل کر کے تم کو سمجھاتا ہوں تم اسے سمجھ لو۔ اور خود بھی گرو کے جذبہ کو دبا کر اس طرح پر سب کچھ ارپن کرتے ہوئے گورو کے نام پر اب اپنی زندگی بسر کرو۔ تمہاری زندگی خوشنما ہو جائے گی۔ اور خوشی کی میراث تمہارے حصہ میں آئے گی۔ دین اور دنیا دونوں کا لطف ملیگا۔ بس! اس سے زیادہ اور کیا کہوں۔ اور کیا سمجھاؤں۔

"عاقلان را اشارہ کافی است"

ساتواں بچن

کار آمد نصیحتیں

۱۔ حضور مہاراج نے مجھے یہہ نصیحت کی تھی کہ کبھی بیکار نہ رہنا۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ کام کرتے رہنا۔ بیکاری سے بیگاری بھلی۔

۲۔ جو لوگ بیکار رہتے ہیں۔ اُن کے دلوں میں شیطان بستا ہے اور جو لوگ کام میں لگے رہتے ہیں۔ اُن کے دلوں میں رحمان رہتا ہے۔

۳۔ بیکار آدمی کا دل شیطان کی سلطنت اور فتنہ پردازی کا کارخانہ ہے جس سے شر اور فساد پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

۴۔ باکار آدمی کا دل رحمان کی رحمت اور خوبصورت کا خزانہ ہے۔ جس سے محبت اور الفت کی ایجادیں ہوتی رہتی ہیں۔

۵۔ کام کرو لیکن اس بات کا خیال رکھو کہ تمہارے کام سے کسی کا دل نہ دُکھے۔ اور یہہ بات اسی وقت ممکن ہے۔ جب تم کو اپنی بہتری مد نظر رہیگی

اور تم اپنے کام کے سواء دوسروں کی طرف نظر نہیں ڈالوگے۔

۶۔ کام سے کام ہو بے فائدہ کسی کے ساتھ کیوں الجھن پیدا کی جائے۔

۷۔ آج کا کام کل پر کبھی نہ ٹالو ورنہ وہ بارِ گراں ہوگا اور کسی نہ کسی وقت بغیر تمہاری گردن مروڑے نہ رہے گا۔

۸۔ جو کام ہاتھ میں ہے۔ اُسے جلدی ختم کرو۔ زیادہ دیر تک اپنے پاس نہ رہنے دو۔ ورنہ یہہ کام نہیں ہوگا۔ بلکہ بلائے جان ثابت ہوگا۔ اور تم بہت دیر تک اس کام کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کے قابل نہیں رہ سکوگے۔

۹۔ جو شخص باقاعدگی کے ساتھ کام کرتا ہے۔ کام اس کی زندگی کو باقاعدہ اور خوش نما بناتا ہے۔ اس میں چستی اور چالاکی رہتی ہے۔ سستی اور کاہلی اس پر حملہ کرنے کی جرات نہیں رکھتی۔

۱۰۔ کام کا نتیجہ کامیابی ہے۔ جو لوگ دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں۔ وہ روز بروز اپنی ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اور وہی ترقی ان کے کام کی بہترین ثبوت اور سند ثابت ہوتی ہے۔

۱۱۔ کسی شخص سے یہہ نہ پوچھو کہ میں کام دل دہی اور تن دہی سے کرتا ہوں۔ بلکہ یہہ سوال اپنے دل سے کیا کرو۔ اگر تمہارا دل گواہی دیتا ہے کہ تم اپنے کام میں ہوشیار اور تجربہ کار ہو۔ تو یہی گواہی اور سند کافی ہے تمہارے ترقی کرنے کے لئے۔

۱۲۔ کام کرنے کا نتیجہ خوشی ہے۔ کام کرنے والا آدمی کبھی بھی ناخوش

نہیں رہتا۔ برعکس اس کے بیکاری کا نتیجہ ناخوشی ہے۔ بیکار آدمی کے حصہ میں کبھی نہیں آتی۔

۱۳۔ اگر تمہارے کام نے ترقی کی تو سمجھ لو کہ تم کام والے آدمی ہو۔ اور اگر تمہارے کام میں ترقی نہیں ہے تو جان لو کہ تم کیسے ہو۔ اس معاملہ میں بھی کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۴۔ کام چاہے چھوٹا ہو یا بڑا سب کا سب اچھا ہے۔ چھوٹا کام ہاتھ میں لو اور اسے بڑا بنا دو۔ اور وہ کام تم کو بڑا بنائے ہوئے بغیر نہیں رہیگا بڑا کام ہاتھ میں لو اور اسے چھوٹا بناؤ۔ تب تم غفلت اور سستی سے آپ چھوٹی حیثیت میں آجاؤ گے۔

۱۵۔ جس کام پر ہو۔ اس کام کی عزت کرو۔ اور وہ کام تمہاری عزت کو بڑھا دیگا۔ لوگ کہتے ہیں دھرم کی رکشا اور دھرم تمہاری رکشا کریگا۔ میں کہتا ہوں۔ کام کی رکشا کرو اور کام تمہاری رکشا کرتے رہے گا۔

۱۶۔ مفلسی آتی ہے اور کام کرنے والوں کے دروازے کے باہر کھڑی رہتی ہے۔ اندر داخل ہونے کا اسے حوصلہ نہیں ہوتا۔ لیکن جو کام نہیں کرتے مفلسی جرات کے ساتھ بیکاروں کے گھروں میں آجاتی ہے اور انھیں ننگا بھوکا بنا دیتی ہے۔ اور کہیں کا بھی نہیں رکھتی۔

۱۷۔ دولت آتی ہے اور کام کرنے والوں کے قدموں کو چومتی ہے۔ اگر آج وہ شخص سب سے نچلی حالت میں ہے تو کچھ دنوں بعد خود بخود وہ بلندی کی چوٹی پر قدم جماتا ہوا شہرت، عزت اور نیکنامی کے اونچے نام پر چڑھ جائیگا۔

اور سب لوگوں میں نام پیدا کر لیگا۔

۱۸۔ ہاتھ پر ہاتھ کبھی دھرے اپاہجوں کی طرح نہ بیٹھے رہو۔ بلکہ ہاتھ پاؤں مارو۔ اور اپنی حالت کو آپ درست کر لو۔ اور اپنے چہاروں طرف خیر و برکت کے سامان کو بکھیر دو۔ تاکہ دیکھنے والے سمجھ سکیں کہ دنیا میں کوئی کام کرنے والا پیدا ہو گیا ہے۔

۱۹۔ مکھی مارنے والوں سے تو مکھی بھی نہیں مرتی۔ ان کے تباہ حال بنانے کا اور کوئی آوزار نہیں ہے۔ یہہ خود اپنی کاہلی کی عادت سے اوزار سے مارے ہوئے ہیں۔ اور مارے جاتے ہیں۔ ان کی سستی اور کاہلی کی عادت انہیں خود تباہ حال کر رہی ہے۔

۲۰۔ کام کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ بے وقت کبھی کام نہ کیا کرو۔ اگر تم بھگتی یا علوم و فنون کے کام کے شایق ہو تو صبح اٹھنے کی عادت ڈالو۔ اس وقت اپنے مالک کو یاد کر کے کام کاج میں لگ جاؤ اور آہستہ آہستہ دنوں اور ہفتوں کے اندر تم دیکھ لوگے کہ تمہاری عادت تمہاری حالت اور تمہاری کیفیت میں خوشنما تبدیلی ہوتی جائے گی۔

۲۱۔ جو صبح اٹھ کے کام میں لگتا ہے۔ اور کام کرنے کے بعد وقت پر جا کر سو رہتا ہے۔ اس کی تندرستی اچھی رہتی ہے۔ اور وہ کام کرتے ہوئے دولت مند ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی اس کی عقل اور تمیز میں بھی نمایاں ترقی ہو جاتی ہے۔ برعکس صورت میں برعکس کیفیت ہوتی ہے۔

۲۲۔ خوبصورتی کس میں ہے؟ خوبصورتی انسان کے دل میں ہے۔

خوبصورتی کس طرح انسان کے دل میں موجاتی ہے۔ خوبصورتی کام کرنے سے آتی ہے۔ نئے نئے تجربے ہوتے ہیں۔ نئے نئے مشاہدے نگاہ کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ کام کرنے سے دل پر ضرب لگتی ہے۔ اور دل وسیع ہوتا جاتا ہے اس کی وسعت میں نزاکت اور لطافت کے سامان پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اور وہ اُسے کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔

۲۳۔ کھردری لکڑی میں خوبصورتی نہیں ہے۔ ہوشیار کاریگر ہاتھ میں بسولا لیکر اُسے چھیل چھال کر ایک خوبصورت مورتی کی شکل میں کھڑا کر دیتا ہے۔ یہہ مورتی کہاں سے نکلی۔ یہہ اس کاریگر کے دل میں تھی۔ اس نے دل کو ضبط میں رکھ کر قاعدہ کے ساتھ سنبھل سنبھل کر پہلے لکڑی کو چھیلا پھر رندے سے اُسے صاف کیا۔ پھر خط و خال نکالے۔ جو دیکھنے والوں کی حیرت اور تعجب کا باعث ہوئے۔

۲۴۔ سنگ تراش کے ہاتھ میں ہتھوڑا اور چھینی ہے۔ جب وہ پتھر پر ٹانکا مارتا ہے ادھر ضرب پہلے اس کے دل میں لگتی ہے۔ پیچھے پتھر پر پڑتی ہے دل پہلے سنوارتا اور سدھرتا ہے اور پتھر بعد کو چکنا اور ستھرا ہوتا ہے۔ بڑھئی کی طرح وہ بھی اپنے دل کے اندر سے پتلی نکال کر اس پتھر میں کھڑی کر دیتا ہے اور دیکھنے والے اس پتلی کو دیکھ کر حیرت اور تعجب کرنے لگتے ہیں

۲۵۔ کام کرنے والے کی اُپج رات دن بڑھتی جاتی ہے۔ اسے نئی نئی سوجھ سوجھتی رہتی ہے۔ اور وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ برعکس اس کے جس شخص کو اُپج اور جدت سے خالی دیکھو سمجھ لو آدمی نکما ہے وہ صرف

مکھی کی جگہ مکھی چپکانا جانتا ہے۔ اور اس کی بھی اس میں کافی لیاقت نہیں ہے۔

۲۶۔ کام کام کو سکھاتا ہے۔ ایک کام ہاتھ میں لو اور دس کام کی سمجھ بوجھ تم میں آ جائیگی ایک کام ابھی پورا نہیں ہوا کہ دوسرے کام کی سمجھ بوجھ آ گئی پھر یہہ شخص کسی کی ہدایات کا محتاج نہیں رہتا۔ ممکن ہے ابتداء میں کسی کی شاگردی اختیار کرے۔ لیکن وہ رفتہ رفتہ خود صاحب تجربہ ہو کر کاموں کی صورتیں اپنے اندر نکالنے پر قادر ہو گا۔ جو بات بیوہار میں ہے۔ وہی پرمارتھ میں بھی ہے۔ دونوں جگہ ایک ہی اصول کام کرتے ہیں۔ کام والا ہر جگہ کامیاب رہتا ہے۔ اور نکما آدمی ہر جگہ ناکامیاب ہوتا ہے۔

۲۷۔ تم کو قدرت میں کام اس واسطے ملتا ہے۔ کہ تم اپنے کام کو ترقی دیکر اسے آمدنی کا ذریعہ بناؤ۔ اس واسطے کام نہیں دیا جاتا۔ کہ الٹے کام کرنے والے کی گردن پر اپنی نکمی عادت کا بوجھ ڈال دو جس کا نتیجہ یہہ ہو گا کہ دونوں کے دونوں دب دبا کر ابھرنے کے قابل نہ رہیں گے۔

۲۸۔ دنیا میں کام کی کمی نہیں ہے بلکہ کام کرنے والوں کی کمی ہے یہ زمانہ عجیب ہے۔ دفتروں اور آفسوں سے آدمی نکالے جا رہے ہیں۔ اور وہ بھوکوں مر رہے ہیں اس کا سبب یہی ہے۔ کہ یہہ سب لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔ اپج سے خالی ہیں۔ مکھی پہ مکھی مارنا سیکھ رکھا ہے ورنہ قدرت

میں کام کی کمی نہیں ہے۔ جس طرح غریب آدمی دولت کی تلاش کرتا ہے اسی طرح کام کو کام کرنے والوں کی ضرورت رہتی ہے اور تلاش رہتی ہے۔

۲۹۔ کام کرنے والا آدمی مٹی کو اگر ہاتھ لگا دے تو وہ مٹی سونا بن جاتی ہے۔ اور نکما آدمی اگر سونے کو چھو دیتا ہے تو سونا مٹی ہو جاتا ہے۔

۳۰۔ کام کرنے ہی سے قسمت پلٹا کھاتی ہے۔ کام کرو اور خوش رہو زندگی خوبصورت بن جائے گی۔

لزال دکن

تعجب کا نغمہ

بنا اہل مکان کیوں؟ اے مکین تو لامکان ہو کر
زمین پر خاک کا پتلا ہوا کیوں؟ آسمان ہو کر

پتا دیتا ہے اپنا اور بتاتا نام ہے اپنا
تجھے کیوں نام کی خواہش ہے۔ بے نام و نشان ہو کر

زبان پہ آہ و نالے۔ دل میں درد و رنج و حسرت ہیں
غضب ہے کیوں پریشانی اٹھائی۔ شادمان ہو کر

حقیقت ذات جب ٹھہری۔ تو پھر تحقیق لاحاصل
مگر سب پوچھتے ہیں نکتہ داں اور راز داں ہو کر

تجھے گل کی حفاظت کی غرض مدنظر ہوتی
ہے گلچین کس لئے۔ باغ جہاں کا باغباں ہو کر

سمجھ جس کو نہ آئی ذات کی بھولا صفت میں وہ
پھرا در در گدا کی طرح۔ سلطان جہاں ہو کر

اسیر دام غفلت کیوں ہے دنیا؟ ہم کو بتلاؤ
سبب یہہ ہے کہ وہ رہتا ہے۔ دانہ میں نہاں ہو کر

پنتھائیوں کے کام کی باتیں

(سوال و جواب کے سلسلے)

سوال:- نندو بھائی:- کرپا ناتھ! آپ نے سمرن، بھجن اور دھیان تینوں کی وضاحت کردی۔ میں چاہتا ہوں کہ اب آپ میرے یہ ذہن نشین کرادیں کہ یہ شغل بہت اچھا ہے اور یہ ریاضت کا طریقہ قدرتی اصول پر مبنی ہے۔ اور دوسرے مذاہب میں بھی اس کی شہادت کے اشارے اکثر موجود ہیں؟

جواب:- شیو جی مہاراج:- بات تو تم نے بہت اچھی کہی ہے سب سے پہلے قدرت کے اصول کے علم پر حاوی ہونا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا کوئی آسان کام تو نہیں ہے۔ دوسرے اور مذہب کی شہادت سے سنتوں کی تعلیم کی صداقت کا حوالہ کرنا اپنا

دار عمل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں تک ہمارا عقیدہ اور خواہش
ہے۔ اس کی مدد سے ہم نے یہہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ سنتوں نے
اپنی تعلیم کے اصول کسی مذہب سے اخذ نہیں کئے ہیں۔ اور
نہ کسی سے کوئی خیال مستعار ہی لیکر اپنا مذہب چلایا ہے۔
گو اس میں شک نہیں کہ وہ ہر مذہب ہر دین۔ اور ہر پیرو
کو ہر وقت واجبی وقعت دیتے رہتے ہیں۔ اور کسی کی بھی
مذمت نہیں کرتے کیونکہ سنت مت مہربت رکشک ہے۔
وہ ہاتھی کا پاؤں ہے جس کے پاؤں میں سب کے پاؤں
سما سکتے ہیں۔ تاہم وہ کسی سے نہ تائیدی سند کے خواہشمند
ہیں اور نہ محتاج ہی ہیں۔ سنت مت اینجو اور نخ اینجو
مضمون ہے جیسا کہ تم کو کبیر صاحب کی بیجک کے مطالعہ
معلوم ہوا ہوگا کہ اس لاثانی کتاب میں مذہبی خیالات
کے تمام شعبے آجاتے ہیں۔ اور اس میں سب جزوی مگر
صحیح بحث کی گئی ہے۔ پھر وہی وہ ان مذاہب کو خواہ ان کی
کسی بات کو اپنا مدار علیہ نہیں تسلیم کرتے۔ یہاں تک کہ ویدانت
سے نیچے مذاہب کو بھی وہ صرف عکسی طریق بتلاتے ہیں اور اس
کی ماہیت پر حاوی ہوکر سنت مت کے اصول کی طرف مائل
رہتے ہیں۔ اس لئے تمہارے سوال کے دونوں پہلو پر ہم کس
طرح گفتگو کریں۔ مگر تم نے پوچھا ہے اور سوال پیش کیا ہے اس لئے

کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑیگا۔ مگر یہہ بات ذہن نشین رہے کہ جب
تک کسی نے گورُو یا مرشد کی وساطت سے ابھیاس اور عمل
شغل نہیں سیکھا ہے تب تک وہ اس کی کسی بات پر اچھی طرح
سے حاوی نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ سنت مت سینہ کا علم ہے
اور ہمیشہ سینہ بہ سینہ چلا آیا ہوا ہے۔ ست پُرش رادھاسوامی
دیال کی بانی ہے:۔

یہہ کرنی کا بھید ہے۔ ناہیں بدّھی وچار
کتھنی چھوڑ کرنی کرو۔ تب پاؤ کچھ سار
سنت دیا ست گورو میا۔ پایا آد اناد
گن مت کیتے نہ بنے۔ سرت بھئی سماد ھ

حقیقت تو یہہ ہے کہ سنت مت کی سمجھ اس وقت سے آنی شروع
ہو جاتی ہے جب آدمی خود ہی دیکشت ہوکر اپنے عمل شغل کی آنکھوں
سے خود ہی دیکھنے لگتا ہے۔ سنت مت علمی یا محض کتابی مذہب نہیں ہے۔
بلکہ وہ عملی اور انبھوی مارگ ہے۔ پوتھی یا کتابی علم سے بانی بلاس یعنی
بات چیت کی آنند تو ملتا ہے۔ مگر روحانیت سے پھر بھی ایک طرح کی
محرومیت ہی رہتی ہے۔ یہہ مکتی کا مارگ کہلاتا ہے اور نورتی مارگ ہے
یہہ پرورتی مارگ نہیں ہے۔ اس لئے اس میں انبھو کی قدم قدم پر ضرورت
رہتی ہے۔ یہہ انسان کے دل اور دماغ کو رفتہ رفتہ اس قدر وسعت بخشتا
رہتا ہے کہ وہ دینیات کے رشتوں سے آزاد ہوکر اپنے طور پر خود بھی سوچنے

سمجھنے اور کا۔ بند ہونے کے قابل ہو جاتا ہے اور یہی سبب ہے کہ وہ سب سے مخلصی اور چھٹکارہ دلا کر سچی مکتی اور نجات کی راہ پر پہونچا دیتا ہے مختصر لفظوں میں یہہ اپنی آنکھوں سے خود دیکھنے کا مضمون ہے۔ دوسروں کی آنکھوں سے یہہ نہیں دیکھا جا سکتا اور نہ دکھایا جا سکتا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ جس کی وجہ سے سنت پرش حضور مہاراج جی اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"جب تک دیکھوں نہ اپنے نینا۔ تب لگ مانوں نہ گورو کے بینا"

دیکھو یہہ کلام کس قدر زوردار ہے۔ سنت مت مرشد پرستی کا طریق ہوتا ہوا بھی اس شد مد کے ساتھ اپنے خاص انبھو پر اس طرح تاکیدی ہدایت کرتا رہتا ہے۔ سمجھنے والوں کے لئے یہی ایک کلام مذہب فقراء کی اہمیت بزرگی اور وقعت جتلانے کے لئے کافی ہے۔

یہہ جواب تمہارے سوال کے ہر دو پہلوؤں سے متعلق تھا۔ اب اس مختصر تمہید کے بعد ہم نفس مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اور جس قدر ہم سے ممکن ہوگا اصول قدرت کی تلقین اور مذاہب کی مدد سے تمہارے دل نشین کرا دیں گے۔ اور اصلی صداقت کا یقین بھی دلائیں گے۔ چونکہ تم اب دیکشت ہو چکے ہو۔ گورو سے دیکشا حاصل کر لی ہے اب نگورے نہیں رہے ہو اس لئے تم ہماری باتوں کو اچھی سے سمجھ جاؤ گے اور سمجھ کر ماننے بھی لگو گے۔

قدرت میں ہر جگہ تین باتیں نظر آتی ہیں۔ نام۔ روپ مثال کے علاوہ ... کوئی استھان ہے اور وہی سب سے پہلے کوئی نہ کوئی طاقت یا طاقت والی ... اس کی مالک ہوگی۔ جس کے آدھار اور سہارے پر

اس انتہائی کا کام ہوتا ہے۔ وہی اس کا دھنی کہلاتا ہے۔ اگر تم نظر غور
سے دیکھو گے تو تمام سیارے۔ ستارے۔ کرہ۔ شہر۔ قبضہ۔ گاؤں جسم یا اجسام
ایسے نہیں ہیں جس کا کوئی نہ کوئی دھنی نہ ہو۔ ملک ہمیشہ مالک کا محتاج ہے۔
یہہ قدرت کا پہلا اصول ہے۔ جب دھنی ہوا تو پھر اس کا روپ شکل چاہے اور ۳
صورت کا ہونا بھی لازمی ہے۔ کوئی نہ کوئی اس کی صورت ضرور ہوگی۔ اس
صورت کو تم چاہے ساکار کہو یا نراکار کہو۔ ساکار اور نراکار دونوں ہی لفظی گورکھ
دھندے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک کثیف ہے۔ اور دوسری لطیف
ہے۔ جس شئے کو ہم ان برہنہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس کی شکل والی اور
ساکار کہتے ہیں۔ اور جس کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ خیالی تصور
اور گیان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس کو ہم نراکار اور بغیر شکل والی تسلیم
کرتے ہیں۔ روپ تو دونوں ہی کے ہوتے ہیں۔ گو ان میں اختلاف ہوں۔ اس کا
مضائقہ نہیں ہے۔ اگر کوئی شئے معنی رکھتی ہے تو اس کا روپ ہونا بھی ضروری
ہے۔ ورنہ وہ لفظ یا کلام زبان پر کیسے آتے فرق صرف یہہ ہے کہ ایک کا روپ
خیالی آنکھوں میں ہے۔ اور دوسرے کا روپ ان ظاہری آنکھوں میں نہیں
ہے۔ مگر وہ ہے ضرور۔ اس سے کوئی انکار کیسے کر سکتا ہے۔ اگر کوئی انکار کرتا
ہے تو پھر وہ شئے معدوم موہوم اور ان ہوئی ہو جاتی ہے۔ تم اسے نراکار کہو۔
اس کا مضائقہ نہیں ہے۔ مگر ضرور اتنا سمجھ لو۔ کہ نراکار بھی ایک وصف
ہے۔ اور وصف ہمیشہ شکل اور صورت سے متعلق ہے۔ نراکار کا مطلب
یہہ ہے۔ آکار نہ رکھنے والی بہت اچھا ہم نے مان لیا جو آکار اور علامتیں

دنیا کے رنگ رُوپ میں ہیں۔ وہ اس میں نہ ہوں گی۔ وہ کسی اور ہی طرح کی ہونگی۔ ہونگی تو ضرور! اس کے ہونے میں تو شک نہیں ہے۔ اور یہی ہونا ہی ہستی کا اصل رُوپ ہے۔ اس کی ذات ہے۔ اور اس کا وجود ہے۔ اس سے اس کا واجب الوجود ہونا اور واجب الذات ہونا ثابت ہوگیا۔ یہہ نراکار کے متعلق ہے۔ اور ساکار یعنی مادی کثیف شکل رکھنے والی کو تم جان ہی گئے ہو۔ اس کی نسبت بات چیت کا بتنگڑا کیوں بنایا جائے۔ اب جو یہہ نراکار ہے۔ وہ پرکاشوان ہے۔ نُورانی ہے روشن اور مجلّا ہے۔ کیونکہ ذات پرکاش اور نور سے خالی نہیں ہے۔ وہ اپنے نور سے آپ منور اور اپنی ذات سے آپ ذات والی ہے۔ وہ خود ہی سویم پرکاش ہے وہ خود بخود موجود ہے۔ اور خود بخود اپنی ہستی میں ہستی کا تماشہ دیکھنے والی اور دکھانے والی ہے اس لئے ہر پہلو سے دھنی کا ہونا۔ اور دھنی کے رُوپ کا بھی ہونا ثابت ہوگیا۔

جب روپ اور شکل ثابت ہوگئے تو اب اسی کے نام کا ہونا ثابت ہوگیا۔ کیونکہ کوئی شکل قدرت میں بغیر نام کے نہیں رہتی۔ اگر نام نہ ہوگا تو پھر اس کا ذکر کیسے کروگے اور اس کے بتلانے کے لئے اشارہ کی انگلی کیسے اٹھاوگے۔ یہ بنی بنائی بات ہے جو کسی دلیل۔ حجت۔ پسند یا حوالے کی محتاج نہیں ہے۔ مانا وہ نام کیسا ہی ہو۔ لفظی ہو۔ خیالی ہو۔ اشارہ کا ہو۔ رمز و کنایہ کا ہو۔ مگر نام تو ضرور

نند و بھائی ۔ مجھکو کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ دھیان ۔ روپ اور نام تینوں کا ہونا لازمی ہے ۔ مگر اس سے آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں!

شیو جی مہاراج ۔ سمرن ۔ بھجن اور دھیان جو شغل کہلاتے ہیں ۔ ان ہی کی مدد سے ثابت ہوتے ہیں ۔ دھیان کے معنی ہیں ۔ روپ میں آنکھ گڑا کر دیکھنا ۔ سمرن کے معنی ہیں زبان گڑا کر نام کا جاپ کرنا ۔ اور بے خودی کی دولت حاصل کر لینا ۔ اب تم نے اس کو سمجھا کہ نہیں!

نند و بھائی ۔ خوب سمجھ گیا ۔ آپ نے سمرن دھیان اور بھجن کی اصلیت اچھی طرح سے میرے ذہن نشین کرا دی ہے ۔ قدرتی اصول کے موافق سنتوں کا عمل و شغل سچا ثابت ہو گیا ہے ۔ اس میں اب مجھکو ذرا بھی شک و شبہہ باقی نہیں رہا ہے میری پوری پوری تشفی ہو گئی ہے ۔ اب ان کے متعلق تائیدی باتیں مروجہ مذاہب کی مدد سے دکھلا دیجئے ۔ تاکہ معلومات میں اور بھی اضافہ ہو جائے ۔ اور میں دلی وسوسات اور خیالی خدشات سے بچ کر عمل شغل اور ابھیاس میں اچھی طرح سے لگ سکوں اب دل کی ایسی حالت ہو جائے کہ بھرم اور شبئے کبھی بھی نہ ستا سکیں ۔

شیو جی مہاراج۔ سنو۔ نند و بھائی! دنیا میں جتنے مذاہب ہیں سب سے
پرانا اور قدیم مت شیو مارگ ہے یعنے وہ شیو جی مہاراج کا رواج دیا ہوا
طریق ہے۔ اسی وجہ سے شیو جی مہاراج کو سب لوگ آچاریہ گورو تسلیم
کرتے ہوئے چلے آئے ہیں۔ شیو جی کا دوسرا نام کال اور مہاکال ہے۔ وہ
دور یعنے رلانے والے ہیں۔ کیونکہ وہ ادھر سے بے تعلق کرا کے ادھر کو
لگاتے ہیں۔ شیو مت میں لنگ کی پوجا کا رواج ہے۔ وہ لنگ کو چہنہ۔
علامت اور دھار سمجھتے ہیں۔ جس کو جیوتر لنگ بھی کہا جاتا ہے۔ لنگ سے
مراد دھار سے ہے۔ ساری رچنا دھار ہی سے بنی ہے۔ جلدھر نگاہ کروگے
تم کو دھار ہی کا تمام تماشہ نظر آنے گا۔ سورج کو دیکھو۔ کرنیں دھار روپ
سے پرگٹ ہوتی ہیں۔ تمہاری نگاہ بھی دھار روپ میں آنکھوں سے
نکل کر بت مشاہدہ کا علم حاصل کرتی ہیں۔ لنگ کی پوجا کا رواج اسی
وجہ سے ہندوؤں۔ مصرائیوں۔ فونشین اور دیگر قدیم قوموں میں چلا آرہا ہے
ہماری باتوں پر نہ جاؤ۔ کمپیریٹو اسٹڈی آف ریلجن "یعنی مذاہب کے
مقابلتی مطالعہ سے کام لو۔ اور سب کے سب بلا استثناء تم کو یہ بات
بتانے چلیں گے۔ اس دھار کے مضمون کو تم تھوڑی دیر کے لئے اپنے ذہن
میں قائم کر رکھو تاکہ آگے پڑھنے کا موقع ہاتھ آجائے۔ پھر جیوتر لنگ ہے۔
جس کی شاغل کو ابتداء میں چراغ کے لوز کی لو کی طرح روشنی اپنے اندر
نظر آتی ہے۔ پھر کہاں ہے؟ شیو جی کے مندر میں ہے کیا شیو جی کی مندر
تم نے کبھی دیکھا ہے؟ شیو کے مندر کا گنبد ہمیشہ گولا کار بنایا جاتا ہے۔ جس

طرح تمہارا سر گولاکار ہے۔ یہہ شیو کے مندر کی خصوصیت ہے۔ وہ کیوں ایسا ہے۔؟ کیونکہ قدیم مذہب کے آچاریوں نے اس کو سر کے آکار کا بنانا بہتر سمجھا تھا۔ سر کے آکار کا وہ کیوں بنایا گیا؟ کیونکہ عبادت اور پرستش کا اصلی مقام انسان کا سر ہی ہے۔ اسی سر کے ابتدائی مرحلے میں تیسرا تل یعنی نقطۂ سویدا یا شیو نیتر ہے جو چراغ کے لو کی روشنی رکھتا ہے اصل چیز تو سر ہے مندر اس کی نقل ہے۔ لوگ اصلیت کو بھول گئے صرف نقل ہی میں اٹک رہے۔ جیسا ہر مذہب کا دستور چلا آیا ہے۔ پہلے آچاریہ لوگ اصلیت پرست ہو کر اصلیت کی تعلیم دیتے تھے۔ بعد کو اُن کے پیرو کاروں نے اصلیت کو بھول کر نقل پرستی میں جا اٹکے اب کوئی کسی کو کہے بھی تو کیا کہے کیونکہ یہہ علم سینہ ہے۔ گورو اور شیشہ کی پرم پراسے چلا آیا ہے۔ نقل پرست کب رازِ سینہ کو ماننے لگے۔ اب چونکہ تم پر گورو کی دیا ہو گئی ہے۔ تم ہمارا مطلب آسانی سے سمجھ جاؤ گے۔ اسی شیو جی کے مندر میں تم کو تین باتیں ملیں گی۔ ایک لنگ جس کے سامنے چراغ جلتا رہتا ہے۔ دوسرے اس لنگ کے اوپر لکڑی کی مثلثی شکل والی چوکی جس پر پانی کا گھڑا رکھا رہتا ہے۔ ساتھ ہی میں گھنٹہ میں لنگ کے اوپر لٹکا رہتا ہے۔ جس کی آواز ٹن ٹن ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ گھنٹہ اور سنکھ دونوں شیو جی کے مندر کے باجے کے سامان ہیں۔ یہہ سامان سب کے سب تمہارے دماغ میں موجود ہیں۔ وہاں پر روشنی ہے گھنٹہ اور سنکھ کی آواز ہے اور اوپر کی طرف تین ٹانگوں کی چوکی پر رکھا ہوا پانی کا گھڑا بھی ہے

یہہ دراصل ترکٹی کا استھان ہے باقی سب اس کی نقل ہے
ترکٹی برہمہ پد کا استھان ہے۔ ان تین باتوں میں سمرن۔
دھیان اور بھجن کے سامان ہیں۔ جس کی تعلیم سنت مت کی مبتدی
کو دیکشا کے وقت دی جاتی ہے۔ ہم کھول کھول کر تم سے ان باتوں
کو کہہ رہے ہیں لیکن اگر تم کو دیکشا نہ ملی ہوتی تو تم اسے ذرا بھی
نہ سمجھ سکتے۔ اب تم اسے سمجھتے ہو۔ یہہ باتیں ابھیاس میں تمہاری
مددگار ہوں گی۔ الغرض قدیم شیو یوگ سے ہم نے تم کو سنت مت
کے ابتدائی شغل کی تائیدی سامان دکھلا دیا ہے اب تم خود بھی
اپنے اندر نور کو دیکھتے ہو۔ آواز کو سنتے ہو۔ اور دھنی سے لو لگاتے
ہو۔ کہو اب کچھ اس خصوصیت سے تمہاری تسکین ہوئی یا نہیں؟

سوال:۔ ننددھائی۔ یوے۔ بے شک بات سمجھ میں آ گئی یہہ
بات بہت ہی درست ہے اور ٹھیک ہے۔ کیا
صوفیوں کے شغل سلطان الاذکار کے شاغلوں کا بھی یہی وتیرہ
ہے!

جواب۔ شیوجی مہاراج۔ اُن میں بھی بہتیرے لوگ اصلی
مراد سے ناواقف ہیں۔ یہہ سینہ کا راز ہے سنت مت میں محفوظ
چلا آتا ہے۔ خود ست پرش رادھا سوامی دیال نے دکھیوں پر دیا
کر کے ادھیکاریوں کے لئے اس کی اشاعت کر دی ہے۔ صوفیوں
میں درشٹی کا سادھن اور آواز کا سننا لازمی بات ہے کوئی

صوتِ سرمدی کا شغل کرتا ہے اور کوئی سلطان الاذکار کا۔ مگر پورا
پورا پتہ ان کو بھی معلوم نہیں ہے۔ شغل تو وہ ضرور کرتے
ہیں اور اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے۔ مگر مکمل تعلیم نہیں ملی ہے۔
میں نے ابتدائی مرحلہ کی آواز گھنٹہ بتائی ہے۔

دیکھو صوفیوں کا کیا حال ہے؟ وہ کیا کہتے ہیں؟

دلیل کاروان بانگ جرس ہے
گواہی دردِ دل یک نالہ بس ہے

اس طرح خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ کا کلام بھی ہے۔

کس نہ دانست کہ منزل گہ معشوق کجیست
ایں قدر ہست کہ بانگے جرسے می آید

ترجمہ:۔ کسی کو معشوق کی منزل گاہ کا پتہ نہیں ہے۔ پتہ صرف اس قدر ہے کہ گھنٹے کی آواز رہتی ہے۔ اسی طرح اور آوازوں کا پتہ بھی قدیم صوفیوں کے کلام سے ملتا ہے۔ مگر ان میں بھی سوائے منقولات اور شعر اشعار کے مذہب فقراء کی مکمل تعلیم کا سامان مفقود ہے۔ جرس گھنٹے کو کہتے ہیں

اسی طرح عیسائیوں کی کتاب کو دیکھو تو اس میں بھی نور کلام اور رُوح القدس کا پتہ اشاروں اشاروں میں ملے گا۔ مگر وہ ہے صرف اشارہ ہی اشارہ وہاں رُوح القدس دھنی ہے۔ نور رُوپ ہے۔ اور کلام نام ہے۔ انجیل مقدس کہتی ہے۔

ابتداء میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا کلام ہی نے سب کچھ پیدا کرلیا ہے۔ اسی طرح ویدوں میں بھی تائیدی سامان موجود ہے۔ خود اس میں روحانی مقامات کا پتہ بھی دیا گیا ہے۔ مگر ان کو سمجھے کون! عالم مفقود ہیں۔ عالم لفظوں میں اڑ رہے ہیں جو محقق اور سچائی کے ادھیکاری ہیں۔ ان کو تلاش اور تحقیقات کے بعد سنت مت کی طرف ہی جھکنا پڑتا ہے کیونکہ روحانیت کے قفل کھولنے کی کنجی صرف سنتوں ہی کے ہاتھوں میں آئی ہے۔ کیونکہ اور جگہ گورو اور سیشہ پرمپرا کو نقصان پہونچ گیا ہے رشیوں کے خاندان کے خاندان تباہ ہوگئے جو اسی بھید سے واقف تھے ہم کو بھی پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے کے معلی مقدس کے بعد حضور مہاراج پورن دھنی کے قدموں میں جھک کر راز سینہ کا علم حاصل کرنے کا موقع مل گیا ہے اور دیکھو ہم اپنے طور پر بلا تعصب کسی طرح پوران اور شاستروں کے مطالب کی وضاحت کردیتے۔ اب کوئی مانے یا نہ مانے اس کو اختیار ہے۔

نندو بھائی: آپ نے شیو لنگ اور گھنٹے سنکھ کی وضاحت تو کردی ہے مگر ایک بات باقی رہ گئی ہے وہ یہہ ہے شیو لنگ کے اوپر جو گھڑے میں پانی ٹپکتا رہتا ہے۔ اس کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔

شیوجی مہاراج: یہہ گھڑا برہمہ گھٹ ہے جو ترکٹی یعنے برہمہ کے استھان پر ہے۔ اس سے امرت کی بوندیں شیوجی کے چوٹی پر ٹپکتی رہتی ہیں۔ وہی گنگا کی دھار ہے یہہ امرت کی بوندیں پریم رس ہیں۔

یہہ لذت عشق ہے جو ابھیاسیوں کو ابھیاس کے وقت نزہت کرتے رہتے ہیں یہہ شیوجی کی چوٹی سے گنگا کے بہنے کا ارتھ ہے۔ پورانوں نے استعارہ کی زبان میں قصے کہانیوں کے ذریعہ اس کی دلچسپ شکل قائم کی ہے۔ اب تم ابھیاس کرتے ہو خود اس سے شادکام ہوگے زیادہ کہنا سننا فضول اور لاحاصل ہے مطلب تو مطلب سے ہے یہاں تک تو تم اچھی طرح سے سمجھ گئے ہو۔ باقی پھر کبھی! پرم سنت کبیر صاحب کا ایک روحانی شبد ہم دونوں مل کر خوش الحانی سے گائیں۔ اور آج کے ست سنگ کو ختم کریں۔

گوروتمہارا کلیان کرے دلی آشیرواد ہے ——————

شبد

چونتا می رس بھرت نال۔ جہاں شبد اُٹھے آسمانی ہو

ہرتا مند سندہو کو سوکھے۔ نہیں کچھ جانے بکھانی ہو

باجے بجیں ستار بانسری رارنکا مردو بانی ہو

کوئی جھلملی جہاں وہاں جھلکے۔ بن جل برست پانی ہو

شیو برہما وشنو سُرلیش ساردا۔ نج نج مت انومانی ہو

دس اوتار ایک تت راچے۔ استتی سہج سمانی ہو

کہیں کبیر بھید کی باتیں۔ برلا کوئی پہچانی ہو

کر پہچان پھر نہیں آوے۔ جم ظالمی کی کھانی ہو

——————

شبد

گیان داتا۔ گیان دیجئے۔ گیان کے بھنڈار سے
سہج چھٹکارہ ملے۔ سب کو کٹھن سنسار سے

کہنے کو ہیں بندھ مکتی۔ کلپنا من کے سبھی
بن دیا ست گورو کے وہ۔ مٹتے نہیں ہیں جتنیے جی

نام کا دے آسرا۔ چرنوں میں اپنے لیجئے
شبد کی مہما جتا کر۔ پار مجھ کو سے کیجئے

سچدانند اکھنڈم۔ کیولم نج روپ آپ
نج دیا سے جائے دکھدائی مہا مجھ کو پ تاپ

آپ کا ہے آسرا اور آپ کا وشواش ہے
رادھاسوامی تاریئے اب۔ آپ ہی کی آس ہے

شکرانہ

بھوساگر اگم اتھاہ سے پار۔ کرا دیا ست گورو داتا نے
مجھ دین آدھین کو ٹھور ٹھکانے۔ لگا دیا ست گورو داتا نے

سنسار مہا دکھدائی تھا۔ نہیں اپنا کوئی سہائی تھا
بخش دیا ہے میرا بگڑا کام۔ بنا دیا ست گورو داتا نے

من چنچل تھا۔ اگیانی تھا۔ ابھمانی۔ مانی۔ گمانی تھا
سُمرت شبد یوگ کی بدھی سے اب نِشچل کروا دیا داتا نے

گھٹ اگھٹ کا بھید دیا مجھ کو۔ چرنوں میں اپنے لیا مجھکو
ست سنگ کے امرت بچن سنا کے۔ جِتا دیا ست گورو داتا نے

گورو چرنوں کا نج داس بنا۔ سکھ پا کر اب سکھ راس بنا
رادھا سوامی دھام کا دیکھ نیارا۔ پہونچا دیا ست گورو داتا نے

مہرشی شیوبرت لال ورمن ایم اے کے انمول تصانیف

یوگ سدھار حصہ اول	۱۲/	کبیر جوگ حصہ اول	عمہ۸/
یوگ سدھار حصہ دوم	۱۴/	کبیر جوگ حصہ دوم	عمال
یوگ سدھار سوم	۱۲/	کبیر جوگ حصہ سوم	عمہ۱۲/
سہج یوگ	۱۲/	داتا دیال کے سات بچن	۷/
سنت مت کی فضیلت	۸/	رادھا سوامی مت کی تعلیم	عمہ۴/
کامیابی کی کنجی	عہ۸/	سلطان الاذکار	عہ
اپنشد سار		دنیا کا عجیب و غریب طریق	عہ
سار سندیش	عہ۸/	گورو دتاترے	عہ
شیو یاروتی ویواہ		اظہار زندگی	عہ
توحید کا خزانہ	عہ	پرمانند یوگ	عہ
شبد گنجار حصہ اول	عہ	آزادی کی کنجی	۸/
شبد گنجار حصہ دوم	عمہ۴/	جگت کلیان	عہ۸/
کبیر درشن	عہ	جگت سنگار	عہ۸/
سوانح حیات ستّہ راگرام صاحب بہادر	عہ۸/	جگت ادھار	۱۲/
سوانح حیات مہرشی شیوبرت لال جی مہاراج	عہ/	ست سنگ کے آٹھ انگ	عہ
شبری کی درد بھری کہانی	عہ	الٹا مارگ	عہ
پنتھ سندیش	عہ۸/	انسان بنو	۱۲/

ملنے کا پتہ

دیال بھنڈار کیشوگری حیدرآباد (دکن) اے پی

منیجر رادھا سوامی جنرل ست سنگ بھنڈارہ ورنگل

[illegible]

D:NO-"A"328 رجسٹرڈ نمبر اے "۳۲۸"

DAYAL

MONTHLY

جلد ۲۳ - بابت اگست ۱۹۶۲ء شمارہ - ۶

دیال ماسک

پرم سنت پورن دھنی داتا دیال شیو برت لال مہاراج کے انمول بچنوں کا پو

Dayal mask

فونڈر راجارام

چیف ایڈیٹر نند

مینجنگ ایڈیٹر پنگل

پرکاشک شیوسا

مقام اشاعت رادھا

سالانہ قیمت

...ٹ ... منکنڈہ

ریشگا